

الہام و افکار

جوش ملیح آبادی

الہامی افکار

جوش ملیح آبادی

ILHAM-O-AFKAR (Poetic Collection)
by JOSH MALIHABADI

اشاعت	۲۰۰۲ء	
تعداد	۵۰۰	
قیمت	۲۵۰	250/-
طباعت	سرسوتی پریس، الہ آباد	

ناشر
جوش و فراق لٹریچر سوسائٹی
انڈیا

ملنے کے پتے:

- ۱۔ ادارہ نیا سفر، ۶۸ مرزا غالب روڈ، الہ آباد۔ ۳
- ۲۔ دانش محل۔ امین آباد، لکھنؤ
- ۳۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار۔ دہلی
- ۴۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ
- ۵۔ کتابی دنیا، ترکمان گیٹ، دہلی
- ۶۔ ماؤرن پبلشنگ ہاؤس، دریا آگنج، دہلی

جوش کے پرستاروں کے نام

گس، بجز شاعر، تلاشِ ما، نه می فهمد کلیم
شعر فهمان، جمله صیاد اند، صید بسته را

فہرست

- ۱۔ بنام قوت و حیات ۹
- ۲۔ عروج انسانی ۱۵
- ۳۔ اے نوع بشر! جاگ ۱۹
- ۴۔ زندانِ مثلث ۳۱
- ۵۔ آغاز حرکت ۳۶
- ۶۔ بشارت ۴۰
- ۷۔ معاش و معرفت ۴۳
- ۸۔ ایک مکالمہ ۴۵
- ۹۔ زمین کا براق ۵۱
- ۱۰۔ مے خانہ افکار ۵۵
- ۱۱۔ امواجِ تخیل ۵۹
- ۱۲۔ قانونِ درماں ۷۰
- ۱۳۔ قبل از وقت ۷۱
- ۱۴۔ جنون و مومن ۷۵
- ۱۵۔ مردوں کی دھوم ۷۹
- ۱۶۔ نوحہ آگاہی ۹۱
- ۱۷۔ شیب و شباب ۹۶
- ۱۸۔ عبور کی دور ۱۱۱

۱۱۶	۱۹۔ آغاز بیداری
۱۲۰	۲۰۔ لافانی حروف
۱۳۱	۲۱۔ کب تک
۱۳۵	۲۲۔ اکتار
۱۵۱	۲۳۔ آدھی رات کی پکار
۱۵۵	۲۴۔ آدمی نامہ
۱۶۳	۲۵۔ سروں کے جنازے
۱۶۷	۲۶۔ در یوزہ روشنی
۱۷۷	۲۷۔ جہادِ علم
۱۸۱	۲۸۔ شرمیلیں اسرار
۱۸۹	۲۹۔ عقلِ فکر
۱۹۳	۳۰۔ کشمکش
۱۹۶	۳۱۔ زندگی
۲۰۱	۳۲۔ مرحمت بے جا
۲۰۷	۳۳۔ کیا ہوتا
۲۰۹	۳۴۔ وحدتِ انسانی
۲۲۷	۳۵۔ موجد و مفکر
۲۹۴	۳۶۔ انا، اور زندگی و موت
۳۲۰	۳۷۔ شادیانہ
۳۲۵	۳۸۔ عیاشی و عمل

چند باتیں

اس میں کیا شک ہے کہ جوش، بیسویں صدی کے اقبال کے بعد سب سے بڑے شاعر ہیں۔ کسی عظیم شاعر کی موجودگی میں اس کے اثرات سے نکل کر اپنی منفرد پہچان بنانا بہت مشکل کام ہوا کرتا ہے لیکن جوش نے یہ مشکل کام آسانی سے انجام دیا۔ جوش کی شراب اور شباب سے وابستہ قلندرانہ اور بظاہر نقد و نظر سے بیگانہ شخصیت کو دیکھتے ہوئے لگتا تو نہیں کہ انھوں نے ایسا سوچ سمجھ کر کیا ہوگا۔ اس میں بھی شک محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شاعری اور بالخصوص انقلابی شاعری کی کوئی منضبط فکر رہی ہوگی۔ جوش کو لے کر ایسے کئی سوالات ہیں جو اکثر اٹھائے گئے ہیں۔ ادب بڑی بے رحم شے ہے اس میں عظمت، شہرت اور اہمیت کا تکمیل یونہی نہیں ہوتا۔ کھوکھلی شہرت اسے راس نہیں آتی۔ مال و دولت۔ جاہ و چشم اس کے رقیب ہیں۔ بے جا شور و غل۔ ہنگامہ خیزی سے اسے بیر ہے۔ بڑے بڑے بہہ گئے گم نامی کے دریا میں لیکن اتنا عرصہ گزر جانے اور بے پناہ مخالفتوں کے باوجود جوش پوری اردو دنیا میں آج بھی ایک بڑے شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ بجا مخالفتوں نے جوش کو وہ حیثیت دیا نہیں کی جس کے وہ حقدار تھے اس کی ایک وجہ خود جوش بھی تھے۔ اردو میں چند خوش قسمت یا بد قسمت شاعر ایسے ہیں جو اپنی آزاد خیانی بے باکی اور نرالی صورتوں کی وجہ سے ذمہ دار اور ایماندار تنقید کا حصہ نہیں بن سکے یا ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاسکا، جوش ان میں سرفہرست ہیں۔ اس کے کئی اسباب ہیں، ایک تو خود جوش دوسرا عہد جوش، جوش اور عہد جوش کے تضادات و تضادات کچھ اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ ہم آج بھی عہد جوش کے تعصبات سے باہر نہیں نکل پائے ہیں، ان تعصبات کی وجہ سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ جوش کی اس جمالیات پر گفتگو نہیں ہو سکی جو اس کی اپنی تو تھی لیکن اس کا براہ راست تعلق ہندوستانی جمالیات سے تھا۔ عام طور پر ترقی پسند شاعری کو مارکسی جمالیات کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے لیکن جوش غالباً تنہا شاعر ہیں جنہیں ہندوستانی جمالیات کے بغیر سمجھ پانا ممکن نہیں۔ جوش کی شاعری میں ہندوستان اور اس کا حسن دھڑک رہا ہے۔ اس میں صرف صبح و شام، کھیت باغ اور جنگل کے حسین مناظر ہی نہیں بلکہ بازار۔ چوپال۔ خانقاہ۔ مولوی۔ پنڈت۔ مہاجن۔ کسان اور عام آدمی کی تصویریں بھی نظر آتی ہیں۔ ہندوستانی جمالیات اور مارکسی جمالیات کی خوبصورت آمیزش اپنے پورے فطری پن کے ساتھ جوش کے یہاں نظر آتی ہے اور یہاں یہ بات کہنے میں حرج نہیں کہ ہندوستانی جمالیات کو مارکسی نگاہوں اور مارکسی جمالیات کو ہندوستان کی معاشرت کے حوالوں سے دیکھنے کی پہلی بار کوشش کی گئی اور بڑی سرستی اور شاعرانہ چابکدستی کے ساتھ، فلکشن میں تو اس کی کئی مثالیں مل جائیں گی کیا اردو شاعری میں جوش سے قبل ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔

عام طور پر جوش کو شاعر شباب یا شاعر انقلاب کے طور پر جانا گیا۔ انہیں زور کو کثرت نوئیں اور لفاظی کا شاعر کہا گیا۔ طرح طرح کے الزام لگائے گئے۔ الزامات کی اس بھیڑ میں زیر و زبر کرنے کی ان بے تکی کوششوں میں ان کا وہ کلام سنجیدگی سے پڑھا ہی نہیں گیا جو واقعی پڑھنے جانے کے قابل تھا اور آج بھی فکر و فلسفہ۔ قدر و نظر کے اعتبار سے فکر انگیز اور معنی خیز ہے۔ اس اعتبار سے ان کا مجموعہ الہام و افکار بحد اہمیت رکھتا ہے جو مذمت سے کیا ب اور نایاب ہے۔

جوش لٹریٹری سوسائٹی کنیڈا کے صدر اور ممتاز ادیب و شاعر اقبال حیدر جنہوں نے جوش کا ایک ایک لفظ پڑھا اور سمجھا ہے ان کا بھی یہی خیال ہے کہ الہام و افکار میں جوش کی فکر نے اپنی بلندیاں چھوئی ہیں اور اس میں اصل مفکر و دانشور جوش ابھر کر آئے ہیں۔ ان کی خوانش اور ہدایت پر ہندوستان میں قائم جوش اور فراق لٹریٹری سوسائٹی کے زیر اہتمام یہ مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے کہ ہندو پاک میں اس وقت جو سماجی اور سیاسی حالات بن رہے ہیں یا بنائے جا رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے جوش و فراق کو قریب لانے، ان کی عمدہ کتابوں کو از سر نو شائع کرنے کے کئی مقصد و مطلب ہیں کچھ یہ بھی کہ اب ہمیں جوش و فراق اور ہندو پاک کے تمام امتیازات کو مٹا کر انسان اور انسانیت، تہذیب اور ثقافت کی وحدت پر زور دینا چاہیے اور پوری انسانی برادری کو ایک رشتہ میں باندھنا چاہیے۔ یہی ان دونوں شاعروں کا نظریہ ادب تھا اور مقصد حیات بھی۔ اگر ہم ان کے سچے وارث ہیں تو ہمیں عالمی صورت حال کو بالعموم اور ہندو پاک کی زوال پذیر صورتوں پر بالخصوص نہ صرف غور و فکر بلکہ اپنی بساط کے مطابق عملی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیے۔ صدائے احتجاج بھی بلند کرنا چاہیے۔ ان تمام علمی اور عملی صورتوں کے لئے جوش اور فراق کی شاعری بہر حال ہماری رہنمائی اور ہمت افزائی کرتی ہے۔ اس وقت جوش و فراق سوسائٹی کے قیام اور ان کی کتابوں کی اشاعت کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں برادر محترم اقبال حیدر نے تعاون فرمایا۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں وہ انسان پرست انسان ہیں اسی لئے جوش و فراق پرست بھی۔ ان کی معاونت اور وابستگی اس بات کی دلیل ہے۔ میں ذوالفقار صدیقی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے نشر و اشاعت کے تمام مرحلوں میں میرا ہمیشہ ساتھ دیا ہے۔

امید کرتا ہوں وہ موجودہ تناظر میں جوش کے اس مجموعہ کی اشاعت اور قرأت جوش فہمی ہی نہیں ادب فہمی اور ادبی ذمہ داریوں کی نئی صورتوں سے آشنا کرے گی۔

علی احمد قاسمی

جنرل سکریٹری

جوش و فراق لٹریٹری سوسائٹی، انڈیا

بنامِ قُوَّت و حیات

میرے اجزاء کے فکر

میرا یہ نام ہے جو راسا — اس آفر میں
شامل فقط زمیں ہی نہیں، آسماں بھی ہے
اس منزلت میں، مَحَمَّتِ مُلِحِدِاں کے ساتھ
کچھ غُصَّہ نوازِشِ رُوحا نہیں بھی ہے
تنہا نہیں نوازِشِ رُوحا نہیں کی بات
فیضانِ اِشترِ اکِ خُرا باہیاں بھی ہے

طبعِ رسا کی زلفِ دو تار میں گنہگار ہوا
 میرا سلسلِ ادبِ خاندان بھی ہے
 کچھ میرزا بنیاں بھی ہیں طرزِ سخن کے ساتھ
 اور کچھ ستیزہ کاری آفتابیاں بھی ہے
 گو، زیبِ سمر، کلاہِ نمد ہے، مگر ندیم
 زیرِ کلاہ، طُسرہ تاج کیاں بھی ہے
 مجھ میں ہے یہ جو عجزِ گدایانِ رہِ نشیں
 اس عجز کی جلو میں غرورِ شہاں بھی ہے
 رگِ رگ میں رقصِ خونِ ریاں نہیں فقط
 نسِ نس میں دردِ خستگیِ مفلساں بھی ہے
 دل میں انجومِ جذبہِ عشرت کے ساتھ ساتھ
 سمر میں ہوائے خدمتِ محنت کشاں بھی ہے

اقوالِ خُفتہ پا کے تھکے قافلے کے ساتھ
 افکارِ ثَوَقِ دَم کا جواں کارواں بھی ہے
 لبِ پر نہیں ہیں صُرفِ حکایاتِ رَفَتِگان
 لوکِ زباں فسانہ آئینہ دِگاں بھی ہے
 آغازِ کائنات کے نغموں کے ساتھ ساتھ
 انجامِ زندگی کا غمِ جاوداں بھی ہے
 قندیلِ نسلِ تارہ کی لو بھی ہے ذہنِ میں
 یاروں کی شمعِ کُشتہ کا دل میں دُھواں بھی ہے
 سَنگم ہوں موجِ لرے صبا و سَموم کا
 خالی یہاں بہار نہیں ہے، خزاں بھی ہے
 کانوں میں، اہلِ سود کے نغمے بھی موجِ زن
 دل کے نگر میں نوحہ اہلِ نہیاں بھی ہے

تہذیب و فنِ کشوری کے ساتھ ساتھ
 فردوسِ لکھنؤ کی کھنکی زبان بھی ہے
 اس اوج میں عجم ہی نہیں ہے فقط شریک
 تائیدِ خاکِ ہندوستان بھی ہے
 طرزِ بیاں میں تمکنتِ قطب ہی نہیں
 موجِ سخن میں شوخیِ آبِ رواں بھی ہے
 طرحِ سکوت و شیوہ تمکین کے ساتھ ساتھ
 سیلِ غنا و جنبشِ رطلِ گراں بھی ہے
 اس دایرے میں مر مر و فولاد ہی نہیں
 کانِ بلور و کارِ گہ پر نیساں بھی ہے
 حامی نہیں ہے صرف شب و تابِ خاکیاں
 پشتِ سخن وری پہ صفِ نوریوں بھی ہے

اِس اِعتِدالِ نغمہ و آہنگ میں ، ندیم
 ناقوس کی صدا ہی نہیں ہے ، ازاں بھی ہے
 نام خدا کے نغمہ پیشی کی گونج میں
 گل بانگِ دل نوازِ حدیثِ بیتاں بھی ہے
 وہ قوسِ کائنات جو ہر سارہی ہے تہیہ
 اُس میں کچھ ابروؤں کی لچکتی کماں بھی ہے
 اِس اوج میں ہے ختمِ سحر کا بھی کچھ فروغ
 کچھ آبِ و تابِ خالِ رخِ مہ و شتاں بھی ہے
 کچھ موجِ التفات ہے شبِ ہائے ماہ کی
 کچھ فیضِ نورِ صبحِ سعادتِ نشاں بھی ہے
 کچھ مَطْرانِ پختہ کی بھی ہیں نوازِ شیشیں
 کچھ دلِ برانِ خام کا لطفِ نہاں بھی ہے

کچھ میرے ظُرف نے بھی دیا ہے سُبُو کو زنجار
اور کچھ گدا نوازی پر سر مُغاں بھی ہے
سہر پہیں ابرِ کُفر کی پرچھائیاں بھی جُوشِ
سینے میں جُنبشِ دلِ پیغمبرِ ال بھی ہے

عُزُوجِ انسانی

(۱)

ہر اک دقیقہ تحقیقِ انبیائے شہنور
لیے ہے دوشِ پیرِ دو صد سنینِ شہنور
ہجومِ ظلمتِ پرمیوں سے ادا کس نہ ہو
کہ ہے طلوع سے آئینتی شبِ دیبجور
فساد و فتنہ و ہنگامہ و تلاطمِ پیر
نہ رو کہ دورِ عبوری کا ہے یہی دستور

ہر ایک چاک ہے اک جاوہِ حریمِ رفو
 ہر ایک اشک ہے اک محفلِ نگارِ سُزور
 سمنومِ قنط ہے پیکِ نسیمِ امن و امن
 نغانِ کریم ہے پیغمبرِ دُف و طنبور
 دُرّونِ جوہرِ خنجر ہے سبیلِ آبِ حیات
 بَطونِ زہرِ بلا ہے بادۂ انگور
 عذابِ میں ہے نہاں موجِ رودِ شیرینی
 سراسیمہ میں ہے رواں دجلہ شرابِ طہور
 احبابِ شمعہ میں غلطال ہے جلوۂ شبِ نم
 نقابِ سنگ میں پوشیدہ ہے جمالِ پلور
 چراغِ آہ کا دُورِ پریدہ و شبِ رنگ
 نگاہِ اہلِ نظر میں ہے عودِ خیمۂ نور

خفانہ ہو کہ ہے عَصْرِ حَبِیدِ گرمِ خروش
کہ مُردہ ہے وہ جوانی جو پھوٹتی نہیں صُور

(۲)

بساطِ خاک پہ، دھومیں ہیں شادمانی کی
کہ آ رہا ہے جوانی پر آدمی کا سُخوڑ
اُتر رہی بَستِ رنج، باغِ رضواں سے
عذارِ خاک پہ شیرینیِ تَبَسُّمِ خور
زہے کرامتِ ضربِ شدیدِ فکرِ حَبِیدِ
فُسادِ فینہ اُگلنے پہ ہو گئی مجبور
جبینِ عرش پہ دَمکے گی مہرِ فرشیں بریں
اُنکھی نہیں، نہ سہی، آئے گا وہ دورِ ضرور

عَجَب نہیں کہ بنے ایک روزِ نغمہ "تم"
 میری صدائے "سلام" علیکم اہل "قبور"
 عَجَب نہیں کہ سرِ بزمِ وحدتِ مطلق
 زبانِ "حق" پہ بوابِ نعرہ "انا المنتصرون"
 عَجَب نہیں کہ بہتجبانِ آرزوئے جمال
 درِ کلیم کو خود کھٹ کھٹائے داوڑِ طور
 عَجَب نہیں کہ اٹھالے ربابِ کن "اک روز
 یہ عجبِ بے سرو ساماں، یہ بندہ مجبور
 میں آج دیکھ رہا ہوں کہ ماہ و مہر و نجوم
 کھڑے ہوئے ہیں کمر بستہ، آدمی کے حضور
 کوئی پکار کے جوشِ آسمان سے کہ دے
 کہ اب زمیں کو تری بندگی نہیں منظور

اے نوحِ کبیر! جاگ

اے خُفتہ ہمنر، خُفتہ گہر، خُفتہ نظر، جاگ
اے خیرہ دل و خیرہ سر و خیرہ جگر، جاگ
اے خاکِ بجاں، خاکِ بکف، خاکِ بسر، جاگ
چمکے سرِ بالیں وہ حوادث کے تہر، جاگ
ہوگی تو بہتِست روح کو تکلیف ہوگی، جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر، جاگ، اے نوحِ بشر، جاگ

آباد کے فسانوں کا تجھے اب بھی ہے سرس

مبروض تراذہن، تری عیشِ زبوں گام

جھولی میں تری آج بھی اے بشتہ آلام

اسیلے ہوئے اقوال ہیں، چکٹے ہوئے اودام

اے کشتہ اجداد، پے نقد و نظر، جاگ

اے نوعِ بشر، نوعِ بشر، نوعِ بشر جاگ، اے نوعِ بشر جاگ

دالان میں اجتناسی ہوئی روتوں کے تہا پہلے
 حُجروں میں، شیاطین کے گمراہوں کے طویل
 انگنائی میں اُس ستمت، جدھر غصب ہیں کیسے
 اجراؤ کے پالے ہوئے کینوتوں کے ہیں رسیلے
 اے جُراوت کو بندہ ہر خوف و خطر، جاگ
 اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

اَقْسَرْدَهٗ وَخِیرَالِہِیں ترے خواب سے افلاک

سَیَّار کے دل خون، ثوابت کے جگر چاک

مفلوج ہے، کوئین شکن ہمت بے باک

تا چند خریداری سنگ و خس و خاشاک

اے مشتری شمس و خریدار قمس، جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

تو جس تعصب کا شریک رہے اب تک
 ملکوں کے گمروندوں میں گرفتار رہے اب تک
 دل، وحدتِ اقوام سے بےزار رہے اب تک
 تو مشرکِ دخولِ خواروسیہ کا رہے اب تک
 انسان کے اے دیدۂ توحید نگر، جاگ
 اے نوعِ بشر، نوعِ بشر، نوعِ بشر جاگ، اے نوعِ بشر جاگ

اک عُمر سے بڑا ہے دلِ سنگ میں کہ سرام

مُضطر ہے ترشے کے لیے خاطرِ اصنام

میدان ہیں بے تاب کہ شہروں کے میں نام

ذرات کے سینوں میں پیرافشاں ہیں دروہام

معمار! تری سمت ہے گیتی کی نظر جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

تا چنریہ سبے مائیگی و برہمن پورا

تا کہنے یہ نعتاں بہمتِ مردانہ کجائی

تا چنریہیں جو برتنسید حسدانی

ایں کاسہ در یوزہ و ایں دلیق گداز

ذوقِ علم و خوشہ تاج و کمر جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

تارِ سنج غلط لہجہ کی ہے شوخی گفتار
 یہ قول کہ تو بھی تھا کہنی زیرِ ک و بیدار
 و لہ کہ یہ ڈینگ ہے، اے یارِ زبوں کار
 اور سچ بھی ہو یا نضرِ غص تو اے خفتہ و نادار

ہاں، بارِ دگر، بارِ دگر، بارِ دگر، جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

قدموں پہ ٹھیکہ نہ ہے تجھے تاجِ کسب کی
 اپنے کو بنا نا ہے تجھے یوسفِ ثانی
 دینا ہی نہیں ہر ف بڑھاپے کو جونی
 تجھ کو نہیں بھسکنا ہے فقط آگ سے پانی

خود موت کو کرنا ہے تجھے زیرِ دریا جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

انفاسِ مکاں تول، نشانِ ستِ زماں دیکھ
دیوارِ جہنم میں، درِ باغِ جستاں دیکھ
گردداب کے بازار میں، شعلوں کی دُکاں دیکھ
شعلوں کے تپاں شہر میں، شبِ نعم کا مکاں دیکھ

اے خُسر و اکا ہی و خاتانِ خیر، جاگ

اے نوحِ بشر، نوحِ بشر، نوحِ بشر جاگ، اے نوحِ بشر جاگ

وہ، نفعِ شبِ تارِ ریلوں چھوٹ رہی ہے

کاشت نہ ظلمت کو ضیاء لٹ رہی ہے

وہ، دیوِ سیاہی کی کمر لٹ رہی ہے

ہاں دیکھ، وہ، مشرق سے کرن پھوٹ رہی ہے

بے وقتِ سحر، وقتِ سحر، وقتِ سحر، جاگ

اے نوعِ بشر، نوعِ بشر، نوعِ بشر جاگ، اے نوعِ بشر جاگ

آفاق میں جو کچھ ہے وہ دانا کی نظر ہے

وہ جان نہیں عقلِ جہاں سبچا خضر ہے

دل، مرکزِ اندیشہ، نہ ملجانے خبر ہے

انسان کی دولت ہے کوئی چیز تو سر ہے

اے ہیندر میں ڈوبے ہوئے، انسان کے سر جاگ

اے نوعِ بشر، نوعِ بشر، نوعِ بشر جاگ، اے نوعِ بشر جاگ

زندگیاں مثلاً

دہلی، اُدیان، اوجھان،

۱۱

کب تک رہیں گے آخر یہ طنطنے، یہ تیور
یہ تیسرے، یہ کمائیں، یہ نیچے، یہ نشتر
یہ آدمی، یہ شاہِ آفاق و میرِ دُور
نیکلے گا کب حصارِ جُستِ اُفیہ سے باہر
کب تک پڑا رہے گا زندانِ تیسرگی میں
یہ کُشاش کا دارا، یہ مہر و منہ کا داور

حائل رہیں گے کب تک ذوقِ یگانگی میں
 صحراؤں کے یہ گھیرے، دریاؤں کے یہ چکر
 عقلوں کے آئینوں پر اے مستقبلِ کم ہیں
 کب تک پڑے رہیں گے حدِ بندوں کے پتھر
 حبِ وطن کے سر پر اے اوجِ آدمیت
 کب تک نہیں پڑے گی حبِ جہاں کی ٹوکر
 کب تک بنی رہیں گی چینِ بے بینِ آدم
 نقشوں کی یہ لکیریں، ہم شکلِ مار و اثر
 تو کیا سمجھ سکے گا نوعِ بشر کی وحدت
 اے ابنِ دین و ایماں، اے عبدِ نسل و گوہر
 ٹاپوں سے کپکپاتے، اَصْطَبِلِ زندگی میں
 کب تک رہے گا آخر لیتا و اے برادر

چلتی رہے گی کب تک، اُسے زندگی تر دے
یہ مذبذب و زباں کی، ذہنوں میں، بادِ صحر

(۲)

کب تک بنے رہو گے اُسے وارثانِ آدم
دَپینوں، میں اب کوثر، غیروں میں تابِ منجر
تیرے غیر کا تصور، افلاس آگہی ہے
رہتے نہیں ہیں، پیارے، "غیاث" اس زمیں پر
مشرق سے تا مغرب، اکٹھے، اک نسب ہے
اس آسمان کے نیچے، اور اس زمیں کے اوپر
قوموں میں بانٹا ہے جو نسلِ آدمی کو
مُشرک ہے، اور کافر، کافر ہے، بلکہ اکثر

(۳)

تیری ہی طرح، ناداں، ہم نسل و ہم گہر ہیں
سنگ و بلور و خشت و نعل و گیہاہ و گوہر
تجھ کو خبر نہیں ہے اب تک کہ فی الحقیقت
ہم جد ہیں خار و نسہریں، تو ام ہیں بزرگ و مرم
میری ہی طرح تو بھی اے کاش دیکھ سکتا
آغوشِ خس میں سوسن، زانوئے شب پہ خاور
ہستی کا دیکھ مکھڑا، میری نظر سے پیارے
آسمان کو محو کر کے، آسماں کا کوہٹا کر
اس کی بھی کچھ خبر ہے تجھ کو کہ ضوفشاں ہے
پیشانی خُرف پر، نعل و گہر کا جھومر

جس کی لپٹ سے گلشن سارا ٹھک رہا ہے
 جھانکی ہے نِستَرَن سے یہ خاک مُسکرا کر
 تجھ کو بھی یہ پتا ہے کسی جھلک رہی ہے
 آتش کی چلمنوں میں، آبِ رواں کی جھال
 تو یہ بھی جانتا ہے اے قہرمان شاہیں
 تیرا ہی ابنِ عَم ہے۔ شہا ہوا کینو تر
 کس کھوہ میں ہے آخر تیرا خطیبِ اعظم
 اے راستی کی مخراب، اے روشنی کے منبر
 ہاں وُحْدَتِ خُدا کا اعلان ہو چکا ہے
 اب، وُحْدَتِ بَشَر کا، دُنیا، کوئی پیغمبر!

آغازِ حرکت

مجھے نہیں ہے کچھ اس سے ہر اس، اے دم ساز
 کہ زیرِ سطحِ سطح بھی ہے نشیب و فراز
 چٹخ رہی ہیں چٹانیں، درگاہِ رہے ہیں پہاڑ
 نہ ہے تجلی، نقاذِ فکرِ آہینہ ساز
 نہ ہے جلالتِ خدامِ عارفانِ جدید
 بہرِ نگاہِ کرامت، بہرِ نفسِ اعجاز

فلک پہ دنگ ہے زہرا، زمین پر داؤد
 حرمِ ذہن بشر میں چھڑے ہوئے ہیں وہ ساز
 ترانہ ریز ہیں کچھ یوں مغنیانِ زمیں
 کہ مطربانِ سماوی ہیں گوشِ برآواز
 دواں ہیں، جانبِ انساں، نقاب اٹھائے ہوئے
 فنا کے بھید، زمیں کے رموز، چرخ کے راز
 گدا کے پاؤں کی جانب جھکی ہے گردنِ شاہ
 سرِ نیاز کی جانب، بڑھا ہے افسرِ ناز
 وہ پاچکا ہے فروغِ انکسارِ پروانہ
 کہ شمع بھول گئی ہے غرور کے انداز
 فقیہِ شہر سے کوئی پکار کر کہ دے
 کہ اب ہے عرش کا دارا، دماغِ فرشِ نواز

بزرگمنوں نے بغاوت پہ باندھ لی ہے کمر
 لرز رہے ہیں بتانِ عظیم و سراسر افراز
 دھڑک رہا ہے دلِ آسمان شعلہ مزاج
 اٹھارہی ہے زمیں دیدہ قدر انداز
 اڑی ہوئی ہے تب و تاب خسروِ خاور
 ہوا ہے ذرہ کچھ اس طرح مایہل پرواز
 بہت خلا میں نہ اکڑیں ثوابت و سیار
 کہ خاک پر، حرکت کا ہوا ہے اب آغاز
 جو مسکرائے گا اک روز آبِ حیاں پر
 بنارہی ہے تمنائے زندگی وہ جہاز
 مری زہِ ابدیت پہ چل نہ پاسے گا
 مسیح و خضر کا یہ اختصارِ عمرِ دراز

جہین جوش ہے اس آرزو میں، زانو پر
کہ اس اکتاہ خموشی سے کھینچ لے آواز

بِشَارَت

نہ ہو مملول، ادھر سے وہ یار گزرے گا
اور ایک بار نہیں، لاکھ بار گزرے گا
اُٹھائے دوش پر، اک دن، ہزار ہا صبحیں
ہر اک دقیقہ شب ہائے تار گزرے گا
مُحَلّ رہی ہے جہاں آب و تابِ مکرِ سَراب
وہیں سے بیچ و خم جوئے بار گزرے گا

جہاں سیاستِ سخن سے جما ہوا ہے لہو
 وہاں سے لشکرِ برق و شرار گزرے گا
 رزہ خزاں سے نہ اٹھ، ہم نشیں، کہیں پھر میں
 یہاں سے قافلہٗ نوبہار گزرے گا
 خدا گواہ اسٹیں بے سواد کوچوں سے
 جلوسِ گیسو، چشم و عذار گزرے گا
 اسی مہرِ زندی سے، لرزہ ہر اندام
 غرورِ عابدِ شبِ زندہ دار گزرے گا
 اسی گلی سے وہ گوہرِ جبین و آہنِ چشم
 عدنِ بدوش و ختنِ درکنار گزرے گا
 پئے طوافِ مٹے کی ادھر نیم و شمیم
 تری گلی کا جدھر سے غبار گزرے گا

وہاں پَنسپ نہ سکے گا غُرورِ چہرہ و کُلاہ
 کبھی جدھر سے تیرا انکسار گزرے گا
 دلِ فضا میں پیر افشاں ہے آرزوئے غبار
 ضرور ادھر سے کوئی ستِ سوار گزرے گا
 یہ ایک شب کی تزیں ہے، سحر تو ہونے دو
 بہشتِ سر پہ لیے روزگار گزرے گا
 پھر اجو تَذکرہ اوجِ آسماں اے جوشِ
 مری زمیں کو بہشتِ ناگوار گزرے گا

معاش و معرفت

(۱)

سُرور میں بھی حقایق کی فکر، حق کی تلاش
یہ کس تصور کی آخر ہے، داؤرا، پاداش
مجھی کو جب تجوئے صبح کی ہے کیوں تاکید
تمام شہر تو ہے شب گزیرہ و خفاش
مجھی پہ کیوں یہ کرم ہے کہ وقتِ مستی بھی
ہر ایک نقش میں دھونڈوں تجلی، نقاش

مجھی کو، نقدِ بتاں پر کیا ہے کیوں مامور
 تری زمیں پہ تو لاکھوں ہیں مستقی عیاش
 ترا، برغم فقیہاں، یہ مدعا کیوں ہے
 کہ مجھ سے رند پر، اسرارِ کائنات ہوں فاش
 صلے میں کون سی خدمت کے چاہتا ہے یہ تو
 کہ پائے تاجِ ولایت، یہ شاخِ ادب و باش
 عطا ہوا ہے مجھے کس خطا پر اے معبود
 شرارِ فرشِ گداز و شعورِ عرشِ تراش

(۲)

مگر یہ طرفہ ادا ہے کہ ذوقِ حق دے کر
 عطا کیا ہے مجھے بیچ و تاب۔ فکرِ معاش

مرادِ خود ہے اک طرفِ مرکزِ افساد
 کہ دیدہ آشکِ فشاں ہے، دماغِ گوہرِ پاش
 بقیصنِ جامِ ہوں، شبِ کوئیاد و جم کا جلوں
 بفکرِ وامِ ہوں، دن کو، غریبِ شہر کی لاش
 ادھر ہے چشمِ تحیر میں تیرگی کا دُ فوار
 ادھر ہے قابِ تجسس میں آفتاب کی قاش
 ادھر خنزف سے نمایاں، جسامتِ آفاق
 ادھر جسامتِ آفاق، دائرہ خشنخاش
 ادھر یہ عجز کہ بے مایہ بندگی بھی قبول
 ادھر یہ کبر کہ ہم ذوالجلال ہوئے کاش
 جو ایک طنز ہے اُسے جوش، تارِ دورِ رخ پر
 وہ اس حبیب کی شکن ہے، وہ اس جگر کی خراش

ایک مکالمہ

(ماہرینِ بندہ و خدا)

”شاعرِ ترے نصیب میں خلدِ ہمیں نہیں“

”جے خوار، تشنہ لب و انگہیں نہیں“

”بھٹکا حریمِ قلب میں عشق و جنوں کی آگ“

”عشق و جنوں کی آگ، خیالِ آفریں نہیں“

”دل کی طرف رُجوع ہو، اے کشتہ دماغ“

”دل، طفلِ کم نگاہ ہے، آفاق ہیں نہیں“

”مومن، بشیوہ دے آتشُف ہے سرفراز،“
 ”مُلجِد بھی، بربن دے شُخُس لعیں نہیں،“
 ”کیا دل نشیں نہیں ہیں مقالاتِ مُقبلاں؟“
 ”بے شُتبہ دل نشیں ہیں مگر سر نشیں نہیں،“
 ”اٹھ غیب کی زمین پہ رکھ دین کی پناہ،“
 ”مبئی جو غیب پر ہو، وہ افسوں ہے، دیں نہیں،“
 ”اقول پر نگاہ کر، افکار پر نہ جا،“
 ”یہ خاک سار مولوی عبداً لہیں نہیں،“
 ”رکھ دے، حریمِ قُدس کے در پر سر نیاز،“
 ”جھک جائے بے دلیل، یہ ایسی جہیں نہیں،“
 ”وجدان کی شراب سے چھلکا سُبُوئے دل،“
 ”بہر شرابِ دہم مرا سا تگیں نہیں،“

”فطرت میں ہے کجی تو اُسے مستقیم کر۔“

”انساں نوکیلا، یہ طاقتِ روحِ الٰہی میں نہیں۔“

”دیدار کی تڑپ ہے تو غرضِ بہرہ کو دیکھ۔“

”کیا جلوہ گاہِ نازیہ فرشتہ میں نہیں۔“

”اچھا، تو آسمان کی طرف ہی نظر اٹھا۔“

”فدوی کے اقتدار میں اب تک زمیں نہیں۔“

”ہاتوں سے دیکھ جسِ متہیں چھوٹنے سے پائے۔“

”محکم تر از خرد، کوئی حیلِ متہیں نہیں۔“

”آ، سوئے نور و طور و طہور و قصور و حور۔“

”میں شہرِ ابلہاں کا، الہی، مکیں نہیں۔“

”ایقان ہے نگینِ سلیمانِ زندگی۔“

”ایقان، اک فریبِ نگین ہے، نگین نہیں۔“

”مُرتانِ یٰ نواپہ چھپت، بہرِ مشقِ ناز،
 ”انسان ہوں، عتابِ لیم و لعین نہیں،
 ”میں، تجھ پر شتم گیں ہوں، اسیرِ ایل و عقل،
 ”حکمتِ پناہ، یہ روشِ گستاہیں نہیں،
 ”دورِ رخِ ترا مقام ہے اے عبیدے الہ،
 ”نیتِ مری تجھ پر ہے، میں سب کہیں نہیں،
 ”ہوگی سزا، بروئے جزا، ”باوجودِ جبر؟“
 ”سنتے ہیں، آسمان پہ یہ رسمِ زمیں نہیں،
 ”کاشاءِ خیال میں شمعِ یقیں جلا،
 ”حکمت میں ڈوب کر جوئے ابھرے یقیں نہیں،
 ”بندے، نظامِ دہر سے شاید خیریں ہے تو،
 ”ہاں، مجھ کو اعتراض ہے، لیکن خیریں نہیں،

”کالوں سے رشتہ جوڑ، عنانِ دلیل توڑ،“
 ”وہ مردہ ہے جو گرم چٹان و چٹیں نہیں،“
 ”کیا دل مچل رہا ہے مرے قُرب کے لیے؟“
 ”اللہ رے عارفانہ شجائیل، نہیں، نہیں،“
 ”اے خوش، دل میں ہے کہ جگر میں کہاں ہو درد؟“
 ”اے شاہدِ بیتوںِ دو عالم، کہیں نہیں،“

زمیں کا بُراق

رواں ہوا ہے، سوئے آسماں، زمیں کا بُراق
نگاہِ رُو بَرُو، اے رُوحِ اَنفَسِ وَا فاق
بڑھا ہے، جانبِ انساں اورایتوں کا شعور
مڑا ہے، سوئے بیاباں، رِوایتوں کا ہراق
عروسِ دلہنِ حاضر، الٹ رہی ہے نقاب
جھلک رہی ہے آنکھ کھٹی، دمک رہا ہے بلاق

دُعاۓ بشارت نے سدھائے تھے، بچکانِ فُسوں
 انہیں، ایمانِ بشر، گر چکا ہے، یک سرِ ماق
 تمامِ اثاثہٴ زمینی پہ تھی نظرِ جس کی
 اب اس عجزِ کو دے دی ہے آدمی نے طلاق
 اٹھا رہا ہے ادب، سازِ منطق و حکمت
 زبانِ بڑھاؤ اب اے مٹھریاں و ضل و فراق
 زمین، تو سن گزروں پہ ہو رہی ہے سوار
 رکابِ تمام سے جس، اے ذکاوتِ مشاق
 بزورِ پشت کو اکب پہ کاٹھیاں رکھ دیں
 ازل کے روز سے ذروں کا ہے یہ استحقاق
 اب آدمی کے قدیم آفتاب چومے گا
 اب، آسمان کا ہوگا، زمین سے الحاق

بلند یوں پہ ، نئے شہر جگمگائیں گے
 قمر پہ قصر بنیں گے تو مشتری پہ رواق
 جمہور فقر و سکون قلندری کو سلام
 کہ اب بشر ہے خبر تشنہ و نظر مشتاق
 غلط کہ بارش رحمت ہے کار ساز معاش
 چین اہل عمل کا پسینہ ہے رزاق
 نشیب کو جو حقوق فراز بخشے گا
 خوش کہ معرض تحریر میں ہے وہ مشتاق
 شہور و غیب کے دفتر، کھلے ہوئے ہیں تمام
 حسابِ ارض و سما ہو رہا ہے اب بیباق
 نکل رہا ہے جلو سب مذاق فکرِ جدید
 کہ شربہ ذریتِ عشق و امتِ اشراف

اُبُل رَہے ہیں حُرُوفِ کُہُن سے مَعْنٰی نُو
 مَحَلِّ وَجَد ہے اے ناقدِ سِیاق و سِیاق
 اُبھی نہیں، نہ سہی، کل یہ نَعْرہ گونجے گا
 کہ دُہر کا ہے بَشَر قَادِرٌ عَلٰی الْاِطْلَاقِ
 مَسِیْحِ وَقْتِ، پے قَطْعِ حَرْفِ مَرگ، اے جَوّشِ
 اَلٹ رَہے کتابِ حیات کے اوراق

مے خانہ افکار

(۱)

مے خانہ، تاب ناک رہے، رند، با مُراد
یارب، دُعاے شعلہ دراں مُستجاب باد
تاکے، بھیں گے شگ زہِ راست، اے ندیم
زُہدِ کوزہ عقل و فقیہانِ کج نہاد
یاروں کی غیبت، اور پھر اُن کی جناب میں
جن کی نظر میں کُفر ہے دشمن سے بھی عناد

رکھتی ہے روزگار کی ناپختگی سے، حیف
 اقوال کی زمین پر بنیادِ اعلیٰ
 اے زہِ روانِ جاوہِ اسلاف، ہوش یہ
 دیکھو، وہ سامنے ہے مآلِ نمود و عاد
 پھبتا نہیں ہے عشقِ پیرِ القصد کا پتھر
 بکچ ہو، فرقِ عقل پر، اے تاجِ اجتہاد
 اے اتوالِ مذر سے، یادِ خدا ہے شہرِ ک
 اپنے کو بھی کیا ہے کنہی آدمی نے یاد؟
 دیکھیں وہ سوائے نعمتِ داریں کس لیے
 حاصل نہیں ہے دولتِ بیدارِ قلبِ شاد
 ہم فخرِ مانِ نسبی امتداد کے حضور
 بیخ میں بندگی ہے، شہرِ ایسے میں انجور

بہرِ نقشِ پائے مَرَدِ خود آگاہِ پَرِ نِشار
 صَدِ طَرَفِ اِسْکَنْدَرِ و صَدِ اَفْسرِ قُبَّار
 پِست و بَلند و اَرَض و سَمَوات و مہر و ماہ
 اَقْطابِ فِکر کے ہیں عُدَمانِ خانہ زاد

(۲)

ہر کارِ خیر میں ہے نہال، آرزوئے آخر
 اے وائے نفسِ شوم، تیری تشنگی دار
 ست پید ہو اے بندِ اجل اس زمین پر
 ممکن نہیں ہے سبیلِ تہمت کا انسداد
 اے وائے برفِ سردگی، عمرِ مختصر
 فکرِ مَدِش و دُردِ دل و دہشتِ مَدِش

صُفوفِ ایک آن زَمْرَمَہ، اُور پھر تمام عُمر
 غونٹائے روز و آہ شب و اشکِ بامداد
 سوار، غرقِ خونِ تَمَنّا ہو زندگی
 تب، ایک شب ہو جشنِ بہاراں کا انعقاد
 اے بارگاہِ چنگ و خیران و رقص و رنگ
 حمے کے انتظار میں ہے شورِ برق و باد
 یہ، زلزلوں کی پشت پہ ہے قصرِ زندگی
 یہ، خود مرے خمیر میں ہے عنصرِ فساد
 کس کو بتائیں علتِ غم ہائے بے حساب
 انساں، بجز ذوقِ مسرت ہے تا مراد
 اے جوشِ نعرہ زن ہو کہ بہرِ علاجِ غم
 فرزانی سلامت و اندیشہ زندہ باد

انمواجِ تجنیل

(موجِ اوّل)

ہر نعرۂ مستانہ پہ جھکتے ہیں سہاواں
الندری دارائی اقطابِ خرابات
ہر روز، دھندلکے میں سناتی ہے، رواں رگ
پہٹی ہوئی سلمے کی دلالی میں، دواں رات
مشرق کے دریچے سے، مری سمت بصدناز
اتما ہے کوئی، سر پہ لیے بریط و مشکات

تنخیل کی جھنکار کے تیشے سے ، وِماوَم
 اَصْنَام کے مانند ، تَرَشْتے ہیں خیالات
 جس طرح برستے ہیں مرے مریخ تڑانے
 کہسار پر اس دھوم سے گاتی نہیں برسات
 ہر آن ، سُناتے ہیں مجھے نغمہ تارِ یخ
 صدیوں کو ، رقیقوں میں لپیٹے ہوئے لمحات
 آتے ہیں نظر ، لالہ و نسہ کی قبا میں
 اب چمن و آتش خورشید کے جذبات
 اک قَلْزَم آتش نظر آتا ہے خروشِ شاں ،
 اُٹھتے ہیں رُخِ آب سے جس وقت حجابات
 چمکے ہوئے لاکھوں ، نظر آتے ہیں ، ستارے
 مکھڑوں سے ، دوشالوں کو ، ہٹاتے ہیں جو ذرات

ہر گام پہ ہم ، پونچھ کے ، ماتھے کا پسینہ
 خاکِ زدہ ہسیاں پہ چھڑکتے ہیں عقوبات
 شاعر کی سماعت ہے صدا چپینِ خموشی
 افسردہ ہے کیوں نطقِ جمادات و نباتات
 نظریں جو اٹھاتا ہوں ، تو کہتی ہے یہ ناہید
 میری بھی گزرہ کھولے ، آئے قبلہ حاجات
 ہر لرزشِ ہر گام ہے اک انبارِ تحالیف
 ہر موجِ انفاس ہے اک دجلہ سوغات
 کیوں سب کو ، ہماری ہی طرح ، فیض نہ پہنچا
 ہم ، شکر کے موقع پہ بھی کرتے ہیں شکایات
 پڑتی ہیں مسائیں پر آب اس طرح لگا ہیں
 جس طرح ، جوانی میں ، حسینوں کی ملاقات

(مَوْجِ ثَمَانِی)

اے ذہنیتِ کعبہؑ و اے آلِ کلیسا
پس خوردہٗ اجداد ہیں تیرے نظریات
تو سر پہ بٹھائے ہے خس و خابِ بیا باں
کالوں پر اٹھائے ہے عمارتِ روایات
اقوالِ نیا کاں ہیں فقط کان کی آئیون
دیرینہ عقاید ہیں فقط ذہن کے عادات

میدانِ حقایق میں ہیں بٹومارِ معصی
اربابِ جنال بستہ کے اعمال و عبادات
افسوس کہ اس بارگہ فکر و نظر میں
اب تک ہے وہی تذکرہ کشف و کرامات
اخلاف کا سرمایہ ہیں اسلاف کے اوہام
خوردوں کے حقایق ہیں بزرگوں کے قیاسات
الفاظ سے بے گانہ، معانی سے مُعمر
اے وائے بنادار مئی اربابِ مُناجات
صد حیف کہ اس راز سے واقف نہیں احباب
بے کشمکش نفی نہیں لذتِ اثبات
کچھ اور ابھی صبر کر، اے حرفِ جگر دار
کانوں میں ہیں گونجے ہوئے صدیوں کے خرافات

(مَوجِ ثَالِث)

اے قومِ غنا پیشہ و اے نسلِ غزل باف
تیرا نفسِ مُردہ ہے تنگِ ادبیات
جو قافیے پر بیت گئی، وہ توسنائی
جو بیت گئی دل پہ، کبھی وہ نہ کہی بات
جو، والدِ ماجد کے شبہاں کی پری تھی
اب تک اُسی دھڑوسے پہ، راتوں کو ملاقات

باقی نہیں آتیا تمنا کے شب و روز
 اور تیرا وہی سن ہے، وہی دن ہے، وہی رات
 اُفّوہ، یہ ٹوٹے ہوئے دانتوں کا تبسم
 آخاہ، یہ میٹھی بوئی آنکھوں کے اشارات
 مجنون کا آوازہ تراغمہ بے ربط
 مجذوب کی نیکواس، تراجمہ ابیات
 محروم ہے تو فکر کی ترتیب سے، افسوس
 بے گانہ ہے تو شعر کی تہذیب سے، ہتہات
 تو جلوہ آفاق سے آگاہ نہیں ہے
 اے جذبہ جنسی کے خریدارِ بد اوقات
 ہر چند کہ پیری کی بیا ضیں ہیں سسروں پر
 بے باق نہیں پھر بھی جوانی کے حسابات

(مَوْجِ رَابِع)

یہ کاشی اندیشہ ہے، یہ کعبہ افکار
رُک جاؤ اساطیر، ٹھہر جاؤ روایات
”اعیانِ سَمَوات ہوں تسلیم کو حاضر؟“
اعیانِ سَمَوات !! نہیں، میرِ سَمَوات
”خلوت میں“ صفات“ آئیں؟ یہ کیا لُچھڑاہے“
اے حاجبِ درگاہ، نہیں، ذات، فقط ذات

ہوتی ہے مری طبع ، خود آیات پر نازل
اس طبع مغلے پر اُترتے نہیں آیات

(موجِ خامس)

رقص و دف و قندیل سے ، ہم کو نہ لبھاؤ
ہم لوگ ، حوادث کے ، سمجھتے ہیں اشارات
کانشی نہ زک جاں تو نہ آواز نہ آہنگ
لہریں نہ اگر تار تو جھنکار ، نہ نغماست
ہر لحن طرب خیز میں ہے نوحۂ آلام
ہر ساغر لب ریز میں ہے قلزمِ آفات
لہریں نظر آتے ہیں ، دھواں دھار ہر ت میں
رقاصہ کے ، سینے کی ، نگہبشی کے بخارات

آہوں کو جھلستی ہے جو آہنگِ طرب سے
 دیکھا ہے کہ دستی ہے دمِ صبح و وہی رات
 اس ہضرِ تمنا کے بگولوں کی تہوں میں
 ہم کو نظر آتے ہیں زلیخاؤں کے ذرات
 سُنتے ہیں، خرابوں سے، زباہوں کے فسانے
 چنتے ہیں، شراروں سے، بگاروں کے حکایات
 ہر لحظہ، ترانوں سے نکلتی ہیں کراہیں،
 ہر آن، بدھاؤں سے اُبھرتے ہیں مزارات
 اے جشن کے رسیاؤ، ہمیں، غور سے دیکھو
 بھیسگی ہوئی پیکوں میں ہیں باراں کے عقوبات
 چہروں کی اُداسی میں ہے، اُبڑی ہوئی محفل
 اشکوں کے تلام میں ہے پتی ہوئی برسات

اعصاب میں جھپکتی ہیں لچکتی ہوئی کمزریا
 سینوں میں کھٹکتے ہیں کھٹکتے ہوئے لمحات
 مانتھوں پہ ہیں نغموں کے تواتر کی خراشیں،
 آنکھوں میں ہیں مضراب کی ضربوں کے نشانات
 ہاں بول کچھ آئے عمرِ گل آغاز و خس انجام
 بس دس دس ہیں جوش کے یاران خوش اوقات

قانونِ درماں

حکَمِ دَورِاں ہے جَب بڑھے ظَلَمَت
مہرِ تِیاں، طُلوُع ہو جائے
دُزد بڑھتے ہی، جا نہی دَورِاں
زَنَدِگانی رُجوع ہو جائے
تَبِغ جیسے ہی دُوب کرا اُبھرے
زَخمِ کھِرنا شروع ہو جائے

قبل از وقت

اَسیرِ دَمِ جِہاں ، ماوِ را کی بات نہ کر
کہ اِبتدا ہے ابھی ، انتہا کی بات نہ کر
ہر اَدعائے خیر ہے دلیلِ بے تجربی
حیا جو ہو تو کوئی اَدعا کی بات نہ کر
غلط ہے خواجگیِ خضر و چشمہ حیواں
وَجودِ خواجہ و آبِ بقا کی بات نہ کر

نظامِ جبرِ مُکمل جہاں مُسَلّم ہے
اُس انجمن میں سزا و جزا کی بات نہ کر
ہنسوز، بستیگی ایں سراسر ہے زیرِ نظر
ابھی، کشادگی آں سرا کی بات نہ کر
مذاقِ دید و سُرّاجِ جمال کے آگے
حجابِ غیب و حریمِ خفا کی بات نہ کر
جہاں، نشیب میں، امراض کی حکومت ہے
وہاں، فراز کے دارُ الشفا کی بات نہ کر
محلِ گرسنگی و مقامِ عشرت میں
کسی خدیو کے بڈل و سخا کی بات نہ کر
شکستہ حالی خورِ دانِ بے نوا کے حُسنور
کسی بزرگ کے لطف و عطا کی بات نہ کر

بپا ہے خاک پہ جب تک کہ فتنہ حاجات
 کسی تو نگرِ حاجت روا کی بات نہ کر
 جہاں، لہو میں تہائے ہوئے ہوں لوگ، وہاں
 کسی نگار کے رنگِ جنا کی بات نہ کر
 جہاں ہے نالہ شبِ گیر و گریہ سحری
 وہاں، لطافتِ آب و ہوا کی بات نہ کر
 خیاںِ شام و قیام ہوا کے مخبس میں
 پیامِ صبح و خرامِ صبا کی بات نہ کر
 جہاں سیاستِ فرعون و سامری ہے محیط
 وہاں، شکوہِ کلیم و عصا کی بات نہ کر
 جہاں سُرور و سُرودِ امرِ زندگی ہے وہاں
 شکستِ ساغر و ترکِ غنا کی بات نہ کر

ابھی تو سطحِ زمیں پر نہیں جمی ہے نگاہ
 درائے کرسی و تختِ اُشریٰ کی بات نہ کر
 ابھی، مسیں بھی تو بھینگی نہیں ہیں انساں کی
 ابھی سے قرینتِ یومِ جزا کی بات نہ کر
 ابھی حجاب میں ہے داورِ قضا و قدر
 ابھی قدر کو نہ سمجھا، قضا کی بات نہ کر
 پتا نہیں ہے ابھی تک مجیبِ دعوت کا
 ابھی دُعا و قبولِ دُعا کی بات نہ کر
 ہنوز جو ہر تنگوں خود ہے بختِ طلب
 ابھی مدبرِ ارض و سما کی بات نہ کر
 ہنوز، جستجوئے بت بھی نامکمل ہے
 ابھی، فقیہِ دہستاں، خدا کی بات نہ کر

جُنُون و مَوَاسِن !!

فُغاں کہ عشق و جُنُون کی چلی وہ صرصر مَند
کہ بچھ گیا، نہرِ محفل، چراغِ عقلِ سلیم
خدیوِ علم سے ہونے لگی بغاوتِ عام
بساطِ چہل پہ چھکنے لگا سرِ تسلیم
شبِ سیہ پہ پڑھائی گئی شُعابِ سحر
ہوائے گرم پہ واری گئی متاعِ نسیم

لُٹی، خَزَف کے اشارے سے دولت گوہر
 کٹی، سراب کے خنجر سے، گردن تسنیم
 کہاوتوں نے کیے قطع، خون کے رشتے
 جماعتوں میں ہوئی نسل آدمی تقسیم

(۲)

یہ نکتہ جوش، دلوں میں اتار دوں کیوں کر
 کہ سبیل عشق نہیں، جوئے عقل ہے تسنیم
 غلط کہ کوڑ پڑے تھے، خوشی سے شعلوں میں
 بجبر، آگ میں جھونکے گئے تھے، ابراہیم
 مُبَلِّغانِ غلط ہیں عشق کو، اب تک
 خبر نہیں کہ یہ قرآن کا ہے لفظ رحیم

خدا گواہ کہ اُمُّ الْکِتَاب کی رو سے
خبر دہے ”خیر کثیر“ اور خدا ”علیم و حکیم“
لگے جنوں کو وہ ٹھوکر کہ دم نکل جائے
قدم بڑھائے اگر بے عنان عقل سلیم
جبین عقل پہ ہے تاج دولت دارین
تمہیں خبر بھی ہے اے صاحبانِ قلبِ دو نیم
دو صد سنین عبادت بدوش سے بہتر
وہ اک دقیقہ کہ ہو صرف کاوشِ تفہیم
مسافروں کے لیے جو بنے چراغِ حضر
اُس ایک نقشِ قدم پر تشارِ سودِ بہیم
حریمِ ذہن میں، کھولے جو ایک غرفہ نو
اُس، ایک آن پہ قریاں دو صد قرونِ عظیم

عزیز تر ہے ، جنوں کے ہزار نعموں سے
 وہ اک نگاہ جو پیدا کرے مذاق سلیم
 وہ ایک پل جو گئے قلبِ دہر کے ضربات
 حیاتِ حشر سے بڑھ کر ہے واجب التَّعْطِیْم
 کرے جو ایک خیالِ جدید کی تخلیق
 وہ نیم لفظ بھی پروردگارِ ہفت اقلیم
 ہزار جلوہ آنجم، اور ایک پرتو مہر
 ہزار ضربِ کلیم، اور ایک حرفِ حکیم

مردوں کی دھوم

مخلوق کو، دیوانہ بنائے ہوئے مردے
یاروں کے دماغوں کو چرائے ہوئے مردے
آبام کے طوفان اٹھائے ہوئے مردے
عقلوں کو مزاروں پہ، بچھائے ہوئے مردے

آفاق کو، سر پر ہیں اٹھائے ہوئے مردے

دیکھو کہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مردے

پہننے ہوئے بوسیدہ روایت کا چوٹا
بندھے ہوئے داؤد کی تالوں کا عماما
بغلوں میں دبائے ہوئے اقوں کا سوٹا
کھدائے فسانوں کا لگائے ہوئے سُرمہ

رقصیرہ ہیں، لوبان جلائے ہوئے مردے

دیکھو یہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مردے

لِیْلَائے تَفْکُر کو سَٹو رنے نہیں دیں گے
دَریائے تَوَهُّم کو اُترنے نہیں دیں گے
شَحِیق کی نَبضوں کو اُجھرنے نہیں دیں گے
تَقْلِید کا شیرازہ بھرنے نہیں دیں گے

اس بات کا پیرا نہیں اُٹھائے ہوئے مُردے

دیکھو کہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مُردے

ہر تان پہ، قوال کا منہ، چوم رہے ہیں
نیفوں میں، خم آنکھوں کے گہر لوم رہے ہیں
دیدوں میں، ترانوں کے کرے گھوم رہے ہیں
مستانہ "آہے وا" پہ، کھڑے جھوم رہے ہیں

ڈھونک پہ، ملنگوں کو چائے ہوئے مردے

دیکھو، کہ نہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مردے

کہتے ہوئے یہ بات کہ اے قوم سُبک سمر
ہم لوگ ہیں اقطاب و مجاہدین و قلندر
ہم فاضلِ حاجات ہیں، ہم شافعِ محشر
ہمیں ہیں، شبِ قدر کو، آنکھوں میں گھسا کر

لُٹھ کو، بالیں پہ بٹھائے ہوئے مردے

رکیمو کہ ہیں کیا دھوم فچائے ہوئے مردے

گیتتی سے، اُبلتی ہوئی قبروں کی بلائیں
گردوں پہ، گر جتی ہوئی لاشوں کی گھٹائیں
ممکن نہیں مردوں سے اماں، داسے بائیں
ہر کام پہ، ہر موڑ بھی، جس سمت بھی جائیں

شالوں سے نہیں، شالوں کو ہلائے ہوئے مرے

دیکھو، کہ ہیں کیا دھنوم چپائے ہوئے مرے

زندوں کا یہاں کوئی طلب گزار نہیں ہے
زندوں کا کوئی منولس و غم خوار نہیں ہے
یک فرد بھی، زندوں کا خریدار نہیں ہے
زندوں سے نہیں، کوئی سروکار نہیں ہے

ہم تو ہیں، کلیجوں سے لگائے ہوئے مرنے

رکھو، کہ میں کیا دھنوم مچائے ہوئے مرنے

قَبْرِوں کو اٹھائے ہوئے، قبیروں کو سنبھالے
بغیوں میں زبانے ہوئے عرسوں کے تباہ
کھائے ہوئے، اقوامِ جواں فکر کے بھالے
منطق کے رگیدے ہوئے، مغرب کے نکالے

مشرق کے اندھیرے پہاڑ چھپائے ہوئے مڑے

دیکھو، کہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مڑے

آبرِ خرد و آفرِ کواکب کو برسنے نہیں دیتے
پلِ صبر بھی، کمرِ علم کو کٹنے نہیں دیتے
شہروں میں کہیں فکر کو بسنے نہیں دیتے
آگاہی و عرفاں کو اُسنے نہیں دیتے

پٹری نہیں کچھ اس طرح جٹائے ہوئے مڑے

دیکھو، کہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مڑے

اس دس میں ہر بیت ہے مردوں کے حوالے
مردوں ہی کے ارشاد سے اٹھتے ہیں نوالے
مردے جو نہ دیں اذن تو چوکتی ہو نہ چالے
مردے، جسے شہ دیں، وہ قدم گھر سے نکالے

ہر بات میں ہیں ٹانگ اڑائے ہوئے مردے

دیکھو، کہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مردے

اَنفاس میں رفتار لیے ، بادِ سُبک کی
سینوں میں چھپائے ہوئے بڑا گورِ خُشک کی
ادہام کی رالوں پہ لگاتے ہوئے مکی
بے پیٹھے ہیں ، اندھیروں میں لگائے ہوئے دھکی

کافور میں ، داڑھوں کو لٹائے ہوئے مُردے

دیکھو ، کہ نہیں کیا دھواں مچائے ہوئے مُردے

بھولے سے بھی، اٹلی نہیں بہتی کبھی گنگا
اک غم سے، یارو، یہ ہے دستور یہاں کا
جو زندہ ہے، مردے کا اٹھاتا ہے وہ لاشا
اس دیں کا، لیکن ہے یہ دستور ہرالا

زندوں کو پی، کاندھوں پر اٹھائے ہوئے مردے

دیکھو، کہ ہیں کیا دھوم مچائے ہوئے مردے

نوحہ آگاہی

تاجِ جاں، رشتہ سوزاں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 موت کی لرزشِ شرکاں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 سرخیِ قشقہ گلِ رنگِ و خمِ زلفِ دراز
 شعلہ کسوتِ انساں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 جنبشِ لعلِ لب و شعبدہ گوشہ چشم
 حملہ نشکرِ ثرکاں ہے، یہ معلوم نہ تھا

زندگی جس سے خردشان و غزل خواں ہے وہ تار
 زخمہ مرگ سے لرزاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 غنچہ ، اک گہریئے خنداں ہے ، کسے تھا یہ کہاں
 نغمہ ، اک خندہ گہریاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 رنگِ مل ، نوکِ ہناں ہے ، یہ خبر تھی کس کو
 بوئے گل ، خنجرِ بُراں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 کوئے افلاس میں ہر دیدہ فنِ کارِ عظیم
 کاسۂ دستِ گدایاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 اس زوِ صرصر و باران میں ، ہر ایوانِ بلند
 خیمہٗ خانہ بدوشاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 مستیِ یادہ و طنبورہ و طاؤس و رباب
 تشۂ خونِ رگِ جاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا

جس اَنفَس پر ہے رواں کشتی عُمرِ اِنساں
 وہ اَنفَس نوح کا طوفاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 شبِ نیم صبح بہاراں سے ، شعاعِ بے مہر
 بر اَنفَسِ دشت و گریباں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 چکرِ تمکنستِ قطب و دل کوہِ گراں
 کاہ کی طرح ، پر افشاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 موجِ سبیلِ حوادثِ پہ حیاتِ گراں
 عشوہِ مرگِ خراماں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 گنبدِ نشہِ بالیدہ و محرابِ سرود
 سایہِ اثرِ گریزاں ہے ، یہ معلوم نہ تھا
 دورِ باران و بہاراں کی ہوائے مہرشار
 فتنہِ جیب و گریباں ہے ، یہ معلوم نہ تھا

مُہلتِ مُختَصِرِ صُحبتِ یارانِ شباب
 مُستقبلِ ماتمِ یاراں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 ہاں، پس خندہ ہم مذرِ سگانِ طرار
 گر یہ گوشہ نشیناں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 ہو نکلتے، گونجتے شہروں کا خروشِ پیہم
 طبلِ سرکارِ بیاہاں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 شاخِ نسریں پہ، چپکتی ہوئی معلوم کلی
 مکہ ذراتِ گلستاں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 لمسِ ہضرا بدمادم سے کھٹکتا ہر تار
 جاوہِ شہرِ خموشاں ہے، یہ معلوم نہ تھا
 آبِ خمِ خانہٴ مستی و شرابِ ہستی
 شبِ نغمِ گورِ غریباں ہے، یہ معلوم نہ تھا

بَرَكِ سَبْزِ وَرَقِ نَسْرَنِ وَتَحْتِہِ کُلِّ
چادرِ قَبْرِ بہاراں ہے، یہ معلوم نہ تھا
زہر، گویا بَرَكِ حَشَمِ ہزاراں کے حضور
خفستِ سَرمہ فروشاں ہے، یہ معلوم نہ تھا

شَیْب و شَبَاب

(مَعَ نَعْرِ جَنَکِ شَیْبِ)

(۱)

(شَبَاب)

یہ پیر جہاں باخشتہ اے خیلِ جواناں
کُیا، تجھ سے کہے قصۂ لمحاتِ خروشاں
اللہ ری، گر جیتی ہوئی گھنگھور جوانی
رَقاصۂ و قِطالۂ و جَوّالۂ و جَوّال

سَمَرِ مَنَسْتِ وَ سَبِيَهٗ كَارِ وَ جَنُودِ پِیْشَهٗ وَ طَرَّارِ
 جُنْبَانِ وَ خَرُوشَانِ وَ دَرِخْشَانِ وَ فَرُوزَانِ
 رَشَكِ پَیْنِ ، آشوبِ دُشْنِ ، قَتْنَهٗ خَرَمَنْ
 اِهْمُوئے نُهْتَنْ ، دَرِ عَدَنْ ، لَعْلِ بَدِخْشَاں
 نَوَجَلَوُهٗ وَ نَوَعَرَبَدَهٗ وَ نَوَرَسَّسِ وَ نَوَكَارِ
 نَوَعَشَوُهٗ وَ نَوَشُشْتَهٗ وَ نَوُرُسْتَهٗ وَ نَادَاں
 تَكَاكِنْ زَلِیْخَا وَ تَبِ سَبِيَهٗ لَعْقُوبِ
 مِهْرَافَقِ مَهْضَرِ وَ مِهٖ تَاَزَهٗ كَنْعَاں
 دِلِوَانَهٗ وَ فَرْزَانَهٗ وَ پِیْرَوَانَهٗ وَ قَنْدَرِلِ
 نَاظُورَهٗ وَ مَنظُورِ وَ جَكْرِ خَسْتَهٗ وَ خَنْدَالِ
 طُوقَاں ، بَنَمِ چِهْرَهٗ وَ كَبَرْدَابِ ، بَغْبِیْسُ
 اَفْسُوں ، بَنَمِ كَرْدَنْ وَ اَفْسَانَهٗ ، بَهْمَرَكَاں

تَسْنِیمُ ذَوِ الْاَنْفَاسِ وَخُوشِ اَهْنٰگِیْ ذِیْ رُوحِ
 مے خَانۂ جَوْلَانِ وَصَنْمِ خَانۂ رَقْصَاں
 خُودِ رَقْصۂ وَخُودِ بَہِنِ وَخُودِ اَفْرُوزِ وَخُودِ اَزَارِ
 زُوْلَیْدۂ گَمَاں، زُوْدِ غَنْجَبِ، دِیْرِ پَشِیَاں
 سَرِ گُوشِیِ حَوَا وَخُودِ آگَاہِیِ اَدَمِ
 فَرَمَاں شَکْنِ وَبَاغِیِ وَیَغِیْمِ سِرِ عَصِیَاں
 گُہُوَارۂ سَحْنِ، قُوسِ جَبِیْنِ، زَمْرَمۂ رَقْدَارِ
 کَچِ فِیْصَلۂ وَرَاسَتِ قَدِ وَاَسِیَا پِیَاں
 گِیْتِیِ کُو، مَرُورِ رُسۂ ہُوئے اَکَرِ دُوں کُو لَیْطِ
 غَلْطِیْدۂ وَآوَارۂ وَکَرْدَانِ وَکَرِیْزَاں

۱۔ دُہ۔ جس کی آواز میں مُر کی، اور نہجاً ایسا ہو، گویا آواز مچھولا جھوں رہی ہے۔ ۲۔ دُہ جس کا
 ساتھ ہوا دھنک کی طرح رنگین ہو۔ ۳۔ دُہ جس کی رفتار سے نالوں کا سا زیر و نیم پیدا ہو۔ ۴۔ دُہ،
 جس کے فیصے کچ (غلط) ہوں۔ ۵۔ دُہ، جس کا قد سرور کے مانند بیدھا ہو۔ ۶۔ دُہ، جس کے
 دوسرے چکی کے مانند گھومتے، اور ہر روز آج سے کل پر پڑتے رہیں۔

اِک جَسْتِ خَطَرَناکِ بَہرِ جُنُشِ اَبَرُو
 اِک حَمَلہ پَر ہَوَل ، بَہرِ لَرزِشِ مَرگَاں
 جَوَاہِ تَرَنگُوں کَے تَھپیڑُوں سَے ، دَمَادَم
 ہر سانسِ مِیں ، اِپنَے ہی پَہ غَلطیہٗ وِوِپِیاں
 اِک کَام پَر اَسُودَہ ، تو اِک کَام پَہ لَے تَاب
 اِک باتِ مِیں اَفسُودَہ تو اِک بولِ مِیں شَاداں
 بِرِیَطِ مِیں کَہی آہ ، کَہی آہ مِیں بِرِیَطِ
 دَرماں مِیں کَہی دَر دَہی دَر دَہی دَرماں
 کَالُوں مِیں کَہی زَمِزَمَہٗ مَحْتَصِرِ وَصَلِ
 گَر دَن پَہ کَہی خَنجَرِ طُولِ شَبِ ہِجْرالِ
 غَلَوَتِ مِیں کَہی اَرَضِ وِسمائِشِ بَشیوَن
 جَلَوَتِ مِیں کَہی ثَابِتِ وِسیارِ غَزَلِ خَوَاں

شرمائے تو، اکھرے ہوئے سینے پہ دلائی
 گھبراے تو، پل بھر میں ہواؤں پہ گریباں
 بڑھتی ہوئی اک لحظہ، ٹھٹھکتی ہوئی ایک آن
 کچھ سن کے پریشان، تو کچھ کہہ کے پشیمان
 روٹھو، تو بہت پاس، مناؤ، تو بہت دور
 منڈلاؤ، تو بے شاش، قریب آؤ، تو نالائ
 مخرابِ تنہم میں کبھی موہن کاہل
 گردابِ تصادم میں کبھی منکرِ نیراں
 خوش ہو، تو مسلمان، جونا خوش ہو، تو کافر
 اور، موج میں آئے، تو نہ کافر، نہ مسلمان
 ہر آن کو، عطرِ ابدیت میں بسائی
 ایک ایک دقیقے میں، پیٹے ہوئے صدیاں

ٹوٹے ہوئے مالوں میں شکایات کٹاکٹش
 اُلجھے ہوئے بالوں میں حکایات شبستاں
 بانہوں کے چین میں کبھی ایفا شدہ وعدے
 بشر کی شکن پر کبھی ٹوٹے ہوئے پیماں
 اُلٹے، خروشاں تھے، رگ و پے میں، بہرآن
 کم بخت جوانی کے گرجتے ہوئے، طوقاں
 کس کو یہ بتائیں کہ ہر اک پور میں، ہر وقت
 کس طرح مچلتے تھے، بھڑکتے ہوئے ارماں
 کس طرح، شگوفوں سے، اکھرتے تھے شرارے
 کس طور پہ، مریتم سے، اُبلتے تھے نمکدان
 کس سے کہیں، جوشِ جواں سال کے باتوں
 رُبتے تھے کن آفات میں شبیرِ حسنِ خاں

(۲)

(شبیب)

اور آب، کہ میسر ہے بقیضانِ مہ و سال
آسودگیِ خاطر صبحِ شب طوفان
بہیٹھا ہوں، سمرِ سندِ اندیشہ و ادراک
زالو سے دبائے ہوئے سمرِ شتہِ دوراں
پلکوں پر اٹھائے ہوئے افکارِ اکا پر
سینے سے لگائے ہوئے آیاتِ حکیمان

ادراک میں پھٹکے ہوئے کیف و کم آفاق
 شرکاں پر اسلے ہوئے پیچ و خم گیہاں
 کھولے ہوئے ہر پردہ طنبورۃ السجاد
 تولے ہوئے ہر زمزمہ بر لب ایمان
 زانو پہ تھی کل عشرتِ ناعاقبت اندیش
 پہلو میں ہے اب حیرتِ انگشتِ بنداں
 یوں، سر کی سفیری سے، کرن پھوٹ رہی ہے
 تبدیل ہے گویا شبِ یلدا میں فزوں
 تر ہے، مرے جہل گریزاں کے دھوئیں میں
 تبدیل بکف، قافلہ علم فراواں
 احساس کے ساحل پہ جو کل ہو تک رہا تھا
 ناموش ہے جذبات کا وہ بحرِ خروشاں

کل، بیجِ یہ، خوروں کو سُلانے کی بوس تھی
 آب، ہیند کے ماتوں کو جگانے کا ہے ارماں
 کل، تابِ خدو خال پہ تھی چشمِ طربِ کار
 آب، آبِ مہر پہ ہے دیدہ حیراں
 کل، رشتہٴ مقیش پہ غلطاں تھیں نگاہیں
 اور آب، دمِ شمشیر پہ جو دستِ بے خراماں
 کل، عشقِ بہا تھا مہ و سال کی دولت
 آب، عقل ہے ایک ایکِ ذیقے کی نگہاں
 آب، زینتِ آغوش ہے پہنائی داریں
 کل، زیرِ تصرف تھا فقط شہرِ نگاراں
 کل، فرقِ یہ، چترِ شبِ مہ گھوم رہا تھا
 آب، ذہن میں، گہوارہٴ آفاق ہے گرواں

اَب، مَصْحَفِ خُوبَاں کے عَوَض، بَہرِ شَامِش
 زانو پہ ہے اُنجھیں، تو باتوں پہ سب قُرآن
 کُل، ناظرِ اعلیٰں تھیں، اَب ناقدِ قوسِ سَین
 کُل، خستہ آہں تھیں، تو اب بستہ ایناں
 کُل، دُورِ طَرَب پر تھیں، اکبانت کی گدشتِ بَہ
 اَب، مَوَظِعِ بَعَثت پہ بُنَوَت کا سبہِ دامِ اَہ
 وہ دل، جو پہلے تشدِ بیتاں گزرمِ سَفرِ سَہ
 اَب، جادۂ تحقیقِ خُدا پر سبے خراماں
 کُل، دوش پہ تھیں گئیونے شبِ ناکہ کی بَہ
 اَب، عِلَّت و معلول کی زنجیر ہے بَہیاں
 اَصنامِ ستھیں کُل، شیمِ بَہشت میں اداکار
 افکار ہیں اَب، مسندِ قِطاس پہ رقصاں

گل، سازِ دہِ رَم پر، صَفِ شُرکاں تھی مُغنی
 آب، نوکِ قَلَم پر، مَردِ اَنجُم ہیں غزلِ خُواں
 گل، مَنزلِ تَفَتِیش میں تھی نَشلِ گل و مَسل
 آب، مَعْرِضِ تَحْقِیق میں ہے خُونِ رَگِ جَاں
 اَمرا رہیں، دُھکے ہوئے سینے سے نُمُودار
 اَنوارِ ہیں، مَسکے ہوئے بادل سے نُمایاں
 تاباں اَفقِ جَاں پہ ہے، خُورِ شَید کے مانند
 ہر آن، اُبھرتی ہوئی پِیشانی، دُورِاں
 دَرسے کے دلِ پُختہ کی کھوکھری پہ ہے صَحرا
 قَطرے کے اَن رَشْدِ مَٹھی میں ہے طُوفان
 آب، دالِشِ بالیدہ کے سائے میں ہے طُوبی
 آب، جودِتِ بالغ کے اَنشا نے پہ ہے اِیماں

سرکارِ درایت میں، بروایت کی بے پیشی
 تنقیح کے پلے میں ہے تقدیم نیاگاں
 ایوانِ عدالت میں، صحافت کو اٹھائے
 حاضر ہیں، وکالت کو، فقیہانِ رستماں
 اب، عقل ہے، معجزہ تحقیق میں گل پوش
 اب، عشق ہے، منطقِ کردہ جزت میں عریاں
 اب، ”مکین و واجب“ کے مباہثا ہیں شرابہ
 اب، ”خلتِ اولیٰ“ کے مسایل ہیں فروزاں
 کس نہج سے ”منقول“ کو ”معقول“ بنائیں
 اقطاب ہیں ششدر، مشکلم ہیں پریشاں
 پیرانِ درکاشی و پاکانِ کلبیا
 افکار کی سرکار میں ہیں سر بگربیلاں

دورِ شباب کو شیب کی دعوتِ جنگ

غلطاں بے بگولوں میں وہ دامنِ بے تاں، دیکھ
 ہمت ہو تو آبِ پھارِ شعل کا گریباں
 دم ہو تو ادھر دیکھ، یہ میدان ہے، یہ جنگاہ
 جاتا ہے کہ عصرِ بھاگ کر آئے دورِ حسیناں
 اب راگ سنا، موسمِ پیری کی سحر کو
 آئے شامِ جمال و شبِ طنبورہ و الحان

وہ، دھوم سے رقصندہ ہوئی لیلیٰ اسرار
 اب بھاؤ بتا، زہرہ جبینوں کے نگس راں
 وہ زمزمہ پرواز ہوئی فکرِ معشائی
 اب بول، اگر مزد ہے اے بندہ خواباں
 رخشندہ خیالات کے چھلکے وہ ستارے
 جرات ہو تو اب سامنے آ، میرِ چراغاں
 کیوں، خوب لپیٹا تھا مجھے زلفِ بتاں میں
 اب، لے یہ میرا دام ہے، اے عالمِ پیچاں
 کل، خوب گھمایا تھا مجھے کوائے بتاں میں
 اب، گھوم مرے چرخِ پیر، اے گردشِ دوراں
 کل شب کو، مجھے رقص پہ مجبور کیا تھا
 اب ناچ، مرے فغن میں اے دشمنِ ایماں

کل، کھینچ کے مارے تھے مرے دل پہ کھلوانے
 اب روک مرے وار کو، دلالِ نگاراں
 یہ کعبہِ اخلاق ہے، خاموش ہو، خاموش
 اے خالقِ جسم کے قوالِ فسوں خواں
 میں جوش نہیں ہوں کہ تری دھوئیں میں آؤں
 نادان، میرا نام ہے شبیرِ حسنِ خاں!

عبور کی دور

(۱)

دیرِ خیال، بے صنم۔ زلفِ رموز، خمِ بچم
علم، ہنسوز، گرمِ رم۔ عقلِ ہنسوز، ناتمام
سنگِ عجیب، بحرِ وبر۔ طفلِ جہاں، برہنہ سمر
دستِ حیات، بے سپر۔ خنجرِ مرگ، بے نیام
ہلتِ سنگ۔ تارِ دم، اُمتِ شیشہ بے حشم
کاسہ بدستِ نسلِ جم، کپہ بدوشِ آلِ سام

حیف کہ آج بھی یہی قول فقیرِ شہر ہے
 خونِ بلاکشاں حلال، آبِ گہرِ چکاں حرام
 آج بھی قومِ شام ہے عظمتِ صبح کی حریف
 آج بھی ہے یزید کو، آرزوئے سحرِ امام
 دورِ عتیق بے نگاہ، عصرِ جدید لے کلاہ
 سنگِ رسیدہ کہنہ ختم، نارِ ندیدہ تازہ جام
 سوئے فنا رواں دواں دورِ قدیم کے قصور
 سوزِ نِ وقت میں نہاں دورِ جدید کے خیم
 ایک طرف، جنازہ پیرِ غائب پہ شور و شین
 ایک طرف، ولادتِ طفلِ حسین کا جشنِ عام
 ایک طرف دُلاپیاں، ایک طرف بدھائیاں
 ایک کے تریچہ خُربانِ شک، ایک کا زیرِ غورِ تام

(۲) امدادِ نور و نشان

اہل کرم کے بھیس میں ایک طرف تو بگڑی
 شانہ سخت پر لیے "جوڑ و سخا" کے ترم دام
 مے، ہمہ نازِ ذہر سوز نے، ہمہ "نورِ کار ساز"
 نفس تمام گشتِ دھوں، نطق تمام فیضِ عام
 غہرِ رہین شست و شو، نیتِ بند بے وضو
 غنچہ لہجہ مشک بو۔ تو کنِ ذہن بد لکام
 سر میں منوم سروری، رخ پہ رقومِ دلِ بری
 دل میں مجوم قاہری لب پہ مجوم اہسار
 راہِ بری میں زہ زنی، مہر میں تیرا فگنی،
 کبرِ سر فروتی، تیغِ کف خمِ سلام

امید و بیم

بھاؤ نیا بتائے کیا ، صبح کو گل کھلائے کیا
 دیکھیے رنگ لائے کیا ، شیشہ مفت و شرب و ام
 دیکھیے آب لہو بجے ، یا ہوں زمیں پہ چھپے
 جنگ پسند ہیں خواص امن پرست ہیں عوام
 دیکھیے تاجے رہے ، گریہ غم کشان زہر
 رامش و رنگ جملہ خواجگی ذوالاحترام
 دیکھیے آب کدھر جھکے برق منارہ آشیان
 ایک طرف نگہ نہ در ، ایک طرف ہیں سقف و با
 دیکھیے آب کدھر بڑھیں راہ بران فکر نہ
 دیکھیے آب کدھر چپیں راہ روان تازہ کام

دیکھیے اب کدھر اُٹھے ذوقِ رسیدہ کی بگاہ
دیکھیے اب کدھر مڑے زبانِ دمیدہ کی لگام

جوش ہے کس لیے خیزیں، یہ بے شراب و ساگیں
اُٹھ کر تشنگی نہیں، تشنگی علیٰ اُلدوام

آغازِ بیداری

زہے جلالتِ دربارِ حضرتِ انساں
زمین ہے پتھرِ بدست، آسماں عصا بردار
زہے پیمبری شعلہ ہائے فخرِ جدید
تمام دیوتا ایذا دھن، دھواں تمام اوتار
صنم کدوؤں میں بولی یہ پکار کر کدے
کہ ہو رہے ہیں بغاوت پہ بڑے ہمن طیار

جو، پائے وقت میں، دور کہن نے ڈالی کتنی
 بگھن رہی ہے وہ زنجیر سبوتا و زُتار
 بہا چکا ہے، زمیں پر، جو خون کے دریا
 قریب ختم ہے وہ دور کا فرودیں دار
 فضا پہ رنگ ہیں، ماضی کی جملہ آوازیں
 جدید ذہن کے، جنبش میں ہیں لب گفتار
 حریم فکر سے زہ زہ کے آرہی ہے صدا
 کہ علم و فضل بہت شہل، آگہی و شوار
 اثر رہا ہے، سعی درایت و بریاں
 براہِ کوشش پڑھایا گیا تھا کل جو بخار
 وہ حرفِ حق ہے، زبانوں پر آب، جو تھا کل تک
 دلوں میں ساقِ نگاراں، زبان پر شور

خوشا کہ فاصلہ اب بڑھ رہا ہے، روز بروز
میانِ منبرِ تبلیغِ عقل و توحید دار
خوشا کہ زیرِ سیوفِ بزمینہ فُتیب
کھڑی ہوئی ہے، بصدِ عزم، جراتِ انکار
زمین کو مژدہ کہ اب نچنگی پہ مائل ہے
ہیانِ ذرّہ و خورِ شید، ذوقِ بوس و کنار
رکابِ پتوم رہے ہیں نجوم و شمس و قمر
یہ کون، تو سن جو ہر پہ، ہو رہا ہے سوار
قدمِ قدم پہ بچے جا رہے ہیں سر و سمن
یہ، گلستاں میں در آیا ہے کون جان بہار
یہ، سرِ خوشی میں، کسہ آ رہی ہے انگڑائی
کہ رشکِ قوس بے مخرابِ خانہ خمار

ہو اسے کون یہ گزرمِ خرام . نامِ خدا
 اُبل رہی ہے رگِ سسرخِ جادو سے جھنکار
 یہ جا رہا ہے کہاں لشکرِ منہ و خورشید
 یہ، ٹٹ رہا ہے کدھر کاروانِ لیل و نہار
 یہ، چاہِ تیرہ سے، کس کی جہیں ہوئی ہے بلند
 کہ غرقِ رنگ و تخیل ہے مضر کا بازار
 یہ اس نگارِ دو عالم کی پیشوائی کو
 چراغِ اٹھائے کھڑے ہیں ثوابت و سیار

لافانی حُرُوف

(۱)

لکھ رہی ہیں، لکھ رہی ہیں، لکھ رہی ہیں انگلیوں
موت کی خونیں حکایت، زندگی کی داستاں
جوت ہیرے کی جگائے، کوئیے کے انگ میں
دامن طرزِ بیاں کو، ڈوب دیتی رنگ میں
روشنائی سے، ہزاروں خل و خد کو جھالتی
شعلہ رخسار میں، نوکِ قلم کو دھالتی

سُرمئی سطرول پہ دَورائی شُعاعِ دِل نشیں
 سَنگِ مَوسِیٰ کو عَطَا کرتی جَہاں مَرَمِیں
 جوشِ مَستی میں، صَہرِیہ کَلک پَرگاتی ہوئی
 لَفظ کو اَلو اَسَستی، مَعنیٰ کو اُجَلائی ہوئی
 رُؤے اِین وَاں کو تَابِ کُنکشاں دیتی ہوئی
 بے صَدَا آفاق کے مُنہ میں زباں دیتی ہے
 زَندِگی کے سَچ کدے میں، آگِ کُھڑکاتی ہوئی
 دِل کی پَرِتیں کھولتی، حُر فوہ کو چِٹکاتی ہوئی
 جامد فِکر و نَظر کی آسِتیں چُپتی ہوئی
 کَلک جُنباں سے، تَخَنُّل کی رِدا بُنتی ہوئی
 وَاوَلوں کو مَعْرِضِ شَہرِیر میں لاتی ہوئی
 لَیائی اِحساس کی ہر پور چِٹھائی ہوئی

کافیتی میزان پر، آرض و سما کو تولتی
 عقدہ اسرار، جولاں تاختوں سے کھولتی
 ناچتی، گاتی، تھرکتی، شوخیاں کرتی ہوئی
 سینہ کاغذ میں، دل کی دھڑکنیں بھرتی ہوئی
 دل کے خون تازہ کی بوندوں کو ٹپکانی ہوئی
 قریش قہر طاس و قلم پر، پھول برسائی ہوئی
 آہ سوزاں کو، لوائے ارغٹوں دیتی ہوئی
 نغمہ پوروں سے، ادب کی کشتیاں کھیتی ہوئی
 مرمرد آہن کو، شیشیوں کی کھٹک دیتی ہوئی
 آنسوؤں کو، فصلِ باراں کی دھٹک دیتی ہوئی
 دایروں میں بند کرتی، ہزاراں پیچ و خم
 سسکیوں کی تھر تھراہٹ، زمزموں کا زیرِ نغم

کچھ رہی ہیں گیت، فریادیں، فسانے، تہمتیں
 بچکیاں، مگر گوشیاں، آنسو، دکھائیں، پیچھے
 ابر غم کی چھوڑیں میں پازیب تھنکونی ہوئی
 آنسوؤں کو، موتیوں کے بار پہنائی ہوئی
 انگلیوں سے گہرا ہے، خون دل کا بشار
 بچ رہا ہے، آنسوؤں کی نرم لڑیوں کا ہزار
 انگلیوں میں پریشاں ہیں جنوہ، ہلے دل نشیں
 کاکل درخسار و خال و نگر اس و خصل و خبیں
 نہر تفسیر شکوہ شریب و میجن شہاب
 کچھ رہی ہیں داستانِ قعر و تاریک حساب
 کچھ رہی ہیں، کچھ رہی ہیں، کچھ رہی ہیں، صنم و شام
 موج گیتی کے ترانے، آج گہروں کے پیام

نغمہ زن ہیں کماک مجنباں میں رُخساز کائنات
 جبریل و انبیاء و کرسی و ذات و صفات

(۲)

انگلیاں، چپک چپکیں گی جب معانی کے آئین
 جس اٹھیں گے، دایروں کے طاق میں، لاکھوں چراغ
 نرمی سطروں کی گلیوں میں بہے گی طُرفہ نثر
 جگمگا اٹھیں گے ساحل پر خرد افروز شہر
 شہر کے غرفوں سے جھانکیں گے بتان لالہ فام
 عود کی لپیٹوں سے فہکیں گے تمنا کے خیاں
 شمسہ قمر ہنر پر حجاب بھلاؤں گے حروف
 تاج دولت کی دمک پر مسکرائیں گے حروف

یوں، سبجیل نقطوں میں ہوگی تابِ درہائے عدن
شاعروں کی مفاسی، شاہوں پہ ہوگی خندہ زن

(۱۳)

اور جب، تم ناک سطروں کو، سکھادے کاسفوف
قصر ہائے سنگ بن جائیں گے بتواریں حروف
آئیں گے پھر گزشتہ دوراں کی زد پر وہ قصور
اُن پہ تھپٹیں گے سنیں، اُن کو چنبوڑیں گے شہور
ہونکتے ارض و سما، کڑکائیں گے اُن پر کماں
اُن کو روئیں گے، کروڑوں دونگروں کے کارواں
اُن پہ بولے گا بستوڑا، وقتِ پُر اجلاں کا
گھن بجے گا اُن پہ، عالم کو بے ماہ و سال کہ

جاہلوں کی ٹولیاں، اُن کو گرا سنے آئیں گی
 اُن پر، اوچھے ناقدوں کی تیہریاں منڈلائیں گی
 اُن کے کجلائے کو گرجے کا فقیہوں کا خضاب
 اُن پر کڑکے گا، چھچھورے بادشاہوں کا عتاب
 اُن کو مائٹرا جائے گا، تاج و کمر کی دھوپ میں
 اُن کو پشلیں گے مہینے، داڑھیوں کے سوپ میں
 اُن کو سبیں گی، بھیانک ایڑیاں کہسار کی
 برچھیاں جھپٹیں گی اُن پر ثابت و سیار کی
 اُن کو، لاکھوں خیر و سر طوفان ڈھلے آئینگے
 اُن سے لاتعداد، ندھے زلزلے ٹکرائیں گے
 ات کو روئیں گی، ہزاروں پلٹیں آفات کی
 اُن کو، خیر چیں گی کروڑوں چپینیاں محنت کی

اُن پہ برسے گی دم دم آگ بھنویل، دھواں، برف
 پھر جی لو دیتا رہے گا تا ابد ایک ایک حرف
 انگلیوں کی زوہیں ترشے ہیں جو افسانہ جمال
 دایماتا باں رہیں گے مثل و جہ ذوالنجدان

(۴)

داہشان دہرے آنکھیں ملا سکتا ہے کون
 کعبہ فن کار کو، دنیا میں ڈھا سکتا ہے کون
 کا پتا ہے، انکسار طبع شاعر کے حضور
 سماج داروں کا تکبر، دیوتاؤں کا غرور
 دوران خلوت و پیغمبران آنجمن
 اللہ اللہ عظمیٰ پوینہ دار باب فن

منگنے آتی ہے ان سے دولتِ چشم و زباں
 نَشَق سے عاری نہیں آنکھوں سے اندھا سماں
 روزِ محکمی ہے پئے درِ یوزہ علم و لقیں،
 ان کے بابِ اُفَر پر ادیانِ عالم کی جبین
 اس تمنا میں کہ سیکھیں بات کرنے کے اُصول
 ان کے دروازوں کو اگر کھٹکھٹاتے ہیں رسول

(۵)

اور اٹھ جاتے ہیں جب دُنیا سے پریشانِ راز
 دیوتا آتے ہیں، پڑھنے کو جنازے کی نماز
 نوحِ انسانی، کبھی ان کو بھلا سکتی نہیں
 موت کی آندھی، چراغِ ان کے بجھا سکتی نہیں

بزمِ نشیمن : تارِ سخن شاہد ہے کہ اقطابِ سخن
 تہرے سہرا باندھتے ہیں، جب پہنتے ہیں کفن
 ناقدانِ خامہ پرور، مفتیانِ ذی حشمت
 ان کے آیواں میں نظر آتے ہیں مرفور، انعام
 کون اے ذہن کے تاج و عجم کے سامنے
 کاہنتی ہے تیغِ چنگیزی، قدم کے سامنے
 نغمہ پائندہ گیتا و نثر آں کی قسم
 جل اُٹھے کبار، تو کجھتی نہیں شمعِ قدم
 تا ابد رہتی ہے قصہ شاعری کی آب و تاب
 چغندرِ نوبت می زرد بر گلابِ آفراسیاب
 طرہ طرف کدہ پر مسکراتا ہے ادیب
 لرزشِ ہر گاہ سے تاروں کو بجھاتا ہے ادیب

اَوَّلَ اَوَّلٍ ، آئندہ ٹھیٹھوں میں سنسناتا ہے قلم
 پھر اٹھیں اپنے چہرا غلوں پر نچاتا ہے قلم
 کثرتِ وقت جہاں کو فتح کرتے ہیں حُرُوف
 قلم میں شاعر اترتا ہے ابھرتے ہیں حُرُوف

نہ زکریاے دل کہ آہ وار غنوں کے درمیاں
 بکھڑی ہیں ، بکھڑی ہیں ، بکھڑی ہیں انگلیاں

کب تک

فتہ کی گرمی بازار رہے گی کب تک
دستِ مجذوب میں توار رہے گی کب تک
سازِ تحقیق سے نکلے گی نہ تاکے آواز
تاریقیہ میں جھنکار رہے گی کب تک
ذہن کے پاؤں کی زنجیر کٹے گی اس روز
سمریہ . گرتی ہوئی دیوار رہے گی کب تک

مُردہ اقوال کے، پہلے ہوئے شہ خالوں میں
زندگی نقش بدیوار رہے گی کب تک
قصرِ افکار پر اسلاف کے گھن کی آواز
ذہنِ اخلاف کی معمار رہے گی کب تک
جس کے کانک مہ و خورشید ہیں، آخر وہ نگاہ
سنگِ ریزوں کی خریدار رہے گی کب تک
جس کا سہ کو، گھنی چھاؤں میں رکھنے والو
دھوپ میں دولتِ بیدار رہے گی کب تک
نور کو، خضر کا منصب نہ ملے گا تا چند
تیرگی، قافلہ سالار رہے گی کب تک
آخر اس معرکہ، نفس کشی کی رو میں
قوم کی قوم خورِ آزار رہے گی کب تک

دام باطل سے جوانی کو چھڑا سکتی ہے
 پابیزِ نجر وہ گفتارِ رہے گی کب تک
 یوں اے شہرِ انصاف کہ گُلِ باغِ شہر
 مستحقِ رُسن و دارِ رہے گی کب تک
 پیشِ زُبا دُجنوں پیشہ و شمشیرِ ہنر
 سرنگوں جُرا، ات انکارِ رہے گی کب تک
 اے امیرِ اُفق و داورِ شہجِ تاباں
 یہ گھٹا لوپِ شبِ تار رہے گی کب تک
 آخر اس آدمِ سرخفتہ کی پیتِ فی ہر
 شکنِ سحر و زُتار رہے گی کب تک
 اے مرے ولولہ و حدتِ نوعِ انساں
 مملکت و مہلت پہ یہ تکرار رہے گی کب تک

لے، یہ عمرِ شتہ گزین ہے، اے ذوقِ جدل
آخر، آپس میں یہ پیکار رہے گی کب تک

اکتارا

بہوڑ شہبانی ، میر چندن
سہانچہ سہلوی ، میرا شہن
میرا من ہے ، میری شہن
توڑ چکا ہوں سہ رستہ بند تہن

پورب کچھ ، اتر ، دکھن

بول ، اکتارے ! تھن ، تھن ، تھن تھن !!

کام سبے ، مَن کی مالا جپنا
کیسا جلنا ، کیسا تپنا
چوک ، ٹٹپٹا ، سبٹول ، کلپنا
پہ بھی اپنا ، وہ بھی اپنا

کس سے جگڑا ، کس سے اَن بن

بول ، اکتارے ! جھن ، جھن ، جھن !!

جاذو، ٹونا، جمنٹر، مننٹر
ناگ اور گائے، اوٹ اور چنر
چلنا ہے ان سب سے بچ کر
دین بے لگے سسر کا چکر

دھرم ہے پانی من کی اینٹن

بول، اکتارے ! جن جن جن، جن جن ! !

پیر ، پیر و بہت ، پرنگی ، پایا
 لوٹا ، لٹیا ، داڑھا ، چٹیا
 مندر ، مسجد ، گوچھا ، گرجا
 گھنٹی ، ڈھولک ، تانا ، تھپا

یا ہنو ، یا ہنو ، پوں پوں ، ٹن ٹن

بول ، اکتے رسے ! جھن جھن جھن جھن !!

پانڈے جی کی پر بھوک منتی
 روڑے چھتی ، کنڈے بنتی
 مایا ملتی ، مایا چھتی
 لمبی مارا ، کھٹ کھٹ گنتی

باون . ترپن ، چوٹن ، بھپن

بول ، اکتارے ! بھن ، بھن ، بھن !!

مُلّا ، پانڈے ، پیر ، انجھانی
 لکھم ، لکھّا ، کھینچا ، تانی
 مَن نہیں اندھے ، بدّیہی کانی
 پُہنّے ہیں یہ سب اگیانی

میرے گئی مَن کی اُترن

بول ، اکتارے ! جھن جھن جھن جھن !!

لوگ یہ سارے، چکر کھاتے
راہ نگلی میں آتے جاتے
چلتے پھرتے، روتے گاتے
سب سے رشتے، سب سے ناتے

سارے ساکتی، سارے ساخن

بول، اکٹارے ! تھکن، تھکن، تھکن ! !

سَب کی جھولی ، میری جھولی
سَب کی ٹولی ، میری ٹولی
سَب کی ہولی ، میری ہولی
سَب کی بولی ، میری بولی

سَب کا جیئون ، میرا جیئون

لوں ، کتارے ! جھن جھن جھن جھن !!

سارے جگہ کے ڈیرے دل میں

نسب کے میرے چہرے پر ادا ہیں

زنجیر کے گھیرے دل میں

سارے دل ہیں، میرے دل میں

سب کی دشمنی، میری دشمنی

بڑا، کتا رس، بچن، بچن، بچن !!

جنگِ جنگِ غم کی فصل
نہنرا نکھرا اُجڑا سا جل
ہلکی پھلکی میری مُشکل
سیدھا سادا میرا قاتل

بھولا بھالا، میرا دشمن

بول، اکتارے ! جھن جھن جھن !!

میرا کٹم ہے ، بگڑا ماوا
بری بیٹا ، کپٹی باوا
میرا بھائی ، جلتا لاوا
میرے ہی من کا جھوٹا دھاوا

میں ہی آگنی ، میں ہی ایندھن

بول ، اکتارے جھن جھن جھن ! !

پیتا پیتا ، ماہ کنفساں
بوتا بوتا ، جیتا انساں
مکھڑا مکھڑا ، گیتا ، قرآں
کیسا کفر اور کیسا ایماں

وہ بھی پھسلن ، یہ بھی پھسلن

بول ، اکتارے ! جھن جھن جھن جھن !!

ذَرَّہ ذَرَّہ ، میرا مندر
قطرہ قطرہ ، میرا گوہر
تارا تارا ، میرا جھومر
دریا دریا ، میری چادر

صحرا صحرا ، میرا دامن

لوں ، اکت رے ! جھن جھن جھن جھن !!

سَب کے کا جَل ، میرے پائے
سَب کی آنکھیں ، میرے تائے
سَب کی سانسیں ، میرے دھائے
سارے انساں ، میرے پیائے

ساری دھرتی ، میرا آنگن

بول ، اِکٹارے ! جھن جھن جھن ! !

میرے تَن میں بگشتِ سب کے
میرے مَن میں جو بن سب کے
میرے گُٹ میں سا جن سب کے
میری صورت، درشن سب کے

سب کی صورت، میرا درشن

ہوں، اکتارے ! جھن جھن جھن جھن ! !

میں ہوں مہر، برتنِ دنیا

میں ہوں مہر، چندنِ دنیا

میں ہوں باذل، ساونِ دنیا

میں ہوں منکھڑا، زہینِ دنیا

زہینِ منکھڑا، میں ہوں درپن

کے لیے! حسنِ حسن، حسنِ حسن !!

آدمی رات کی پکار

یہ شب ہے، شبِ تہر خیاں، جاگتے رہنا
چیتا ہے تو خدا ام جہاں، جاگتے رہنا
جس سے رنجِ تہذیب پر قصہ ہے مرنی
لکھنے پہ ہے وہ جنسِ گراں، جاگتے رہنا
تم اونگھو بھی جاؤ گے تو دامنِ تمدن
پھٹ جائے گا مانندِ کتاں، جاگتے رہنا

فحسور ہے معمورہ تہ تیہ سب خیالات
 اے حلقہ صاحب نظراں، جاگتے رہنا
 تھم تھم کے چمکتے ہیں درو بام پہ ناوک
 رُہ رُہ کے کڑکتی ہے کہاں، جاگتے رہنا
 ذرات دنجوم و قمر و کائنات سے
 اٹھتا نظر آتا ہے دھواں، جاگتے رہنا
 آمادہ پیکار ہے فوج خرف و سنگ
 کرزاں ہے جواہر کی دکان، جاگتے رہنا
 جُنیاں ہے، سمر تاج محل، برق جہاں سوز
 اے لشکر مئی شاہ جہاں، جاگتے رہنا
 صوبوں میں کل اک دور تھی، راہ سبقت پر
 اب مشرق و مغرب ہیں دُراں، جاگتے رہنا

اب، خال و خط و رنگ پہ ہے جنگ آغاز
 مردن زہِ امن و امان، جاگتے رہنا
 پھر خاتمِ وحشت کو ضرورت ہے نگہیں کی
 اندس تراستان جہاں، جاگتے رہنا
 اک چاپ ہے، تار یک گزرگاہ میں ہر شیار
 اک سایہ ہے دیوار پہ، ہاں، جاگتے رہنا
 سن سن ہے خموشی میں کہ رن بول رہا ہے
 فتنے ہیں دے پاؤں روں، جاگتے رہنا
 جنباں ہیں پھر آفات، جہاں گزراں پر
 اعیانِ جہاں گزراں، جاگتے رہنا
 ہاں، آنکھ نہ جھپکے کہ مے پتھراؤں زد پر
 یہ کارگہ شیشہ گراں، جاگتے رہنا

پھر محتسبِ شہر ہے آہِ اُدّہ شبِ خوں
 اقطابِ خرابا سبِ رُخاں، جاگتے رہنا
 اسے چنگِ دربابِ دُفِ دُقل کے اہنو
 اُٹھتے ہی پے شورِ اُزاں، جاگتے رہنا
 ہاں، خمِ کدّہ جوشِ میں جا کر یہ پکار آؤ
 اسے قبیلہِ بندگانِ جہاں، جاگتے رہنا

آذمی نامہ

۱۱

اے نگاہ مری لونی ممتوی
ریکھ سہوئے عز و جاہ آذی
آذمی ہے، بوئے گل، رنگ جنت
موج کوثر، موج سہی، موج غنا
آذمی، قندیلِ فخر اسبِ شہنشاہ
آذمی، آہستہ، پتھر، کوہ طور

آذی، آہنگ بار و نعمتِ خُواں
 آذی ہے خاک کے مُتھ میں زباں
 دُہر کو جن قوتوں پر تاز ہے
 سب ہیں گونگی، آذی آواز ہے
 آذی کا ناطقہ، وحیِ مہیں
 آذی کا ذہن، جبریلِ امیں
 آذی ہے "مکین" "واجب" خشم
 مشعلِ یرواندہ دیر و حرم
 آذی کی سانس، کعبے کا غلاف
 آذی کے گزر، حق، گزمِ طواف
 زمینِ بیاں تخت و فوق و بخرد بر
 بس ہے ایک انسان جنسِ معتبر

جام و سنداں کا توازن ، آدمی
 رستم و گشتام و ارجن ، آدمی
 آدمی ، شاہ نجوم و کھکشاں
 آدمی ، فکر ہیوم و برگساں
 ابن رشد و شیخ اکبر ، آدمی
 لیلین و مقداد و بوذر ، آدمی
 مانی و بہزاد و بنیشتے ، آدمی
 حافظ و سلمیٰ و گوئیے ، آدمی
 پھین و رام و ہا ویر ، آدمی
 غالب و فردوسی و ہیر ، آدمی

آذمی، کشتیاں کا حُسنِ جاں نواز
 آذمی، گونہل کا بانگِ نئے نواز
 نزدیک وِ داؤد وِ گوتم ، آذمی
 بو تراب و ابنِ مریم ، آذمی
 آذمی، قنبریلِ بابِ مشرقین
 آذمی، صلاح و سقراط و حسین
 تلمیہ گاہِ کافران و موہنین
 آذمی سہجے رُحمتہ اُلبعا لمین

(۳)

آذمی، فرماں رواے این و آل
 آذمی، مسجودِ خیلِ تدبیریاں

میر وقت و پیرِ دُوراں ، آذمی
 تشنگی آبِ حیاں ، آذمی
 دستِ آدم ، بُت تراش و بُت نما
 لُطیفِ انساں ، موجدِ حریفِ خدا
 وہمِ انساں ، بالیٰ لات و منات
 فہمِ انساں ، شارحِ ذات و صفات
 ذہنِ انساں ، پانچولاں سوئے ذات
 دُرکِ انساں ، ہادمِ قصرِ صفات
 آذمی ، کُہسارِ ظن ، قُطبِ یقین
 آذمی ، پروردگارِ کفر و دین
 آذمی ، دانائے اسباب و علل
 فاتحِ مستقبَلِ دیوِ اجل

آذمی ، ذرات دوز و نجوم یافت
 آذمی ، گیتی شکن ، گردوں شگاف
 آذمی ، نورِ زمان ، شمعِ مکان
 آذمی ، خمیازہ سماءے جاں
 آذمی ، گدستہ و گلِ پیں و گل
 آذمی ، دولتِ سرائے جز و کل
 آذمی ، قاموسِ ذرات و نجوم
 آذمی ، ناموسِ آیات و علوم
 آذمی ، شوقِ کلیم و شمعِ طور
 آذمی ، توراست و انجیل و زبور
 آذمی ، شایانِ تسبیح و زُرد
 آذمی ، تفسیرِ آیات و جود

آذی، تھلمت بیاد نشو بدن
 آذی، تکران رخل سب دکل
 عقدہ، کل آوق، ناختن آذی
 آب زدے غمہ کن آذی
 آذی، آمیزش لیل و نہار
 آذی، ناز قوام نور و نار
 آذی، شیرازہ ربط و خلل
 ابرمن درجیب ویزداں در بغل
 پے دار و لایکوست و لیزاں
 آذی ہے، مثل وجہ دوا الجلاں
 آذی منظور و ناظر کل بہت
 سذی، لیلیٰ و فہم کویت

ابتداءے آذمی پیغمبری
انتہائے آذمی ہے داوری
اور شرح قدرگراے آذمی
آذمی کی قدرگراے آذمی !!

مَمَرُوں کے چہنا زے

نا آشنائے سجدہ تو ہے بشر ہمنوز
زالوئے فہر سے ہے بہت دور سر ہمنوز
ابھری نہیں ہے جو دست گردوں شناسا بھی
پیشا نہیں ہے دیدہ گیتی نگر ہمنوز
دیوانگی کے دریہ ہیں سجدوں کی بادشاہیں
فرزانی کی راہ میں اڑتے ہیں سر ہمنوز

رو میں ہے ظلمتِ شبِ تاریک کی سپاہ
 سکتے ہیں بے جلوس طُوعِ سحرِ ہمنوز
 بھٹکا ہوا ہے قافلہٴ علم و آگہی
 الجھی ہوئی ہے زلفِ مذاقِ خضرِ ہمنوز
 پھسکی ہوئی ہے کشتِ خس و خوارِ آج بھی
 دہکی ہوئی ہے دولتِ بزرگ و ثمرِ ہمنوز
 عالم ہے اس دیار کا فرزندِ ناخلف
 جاہل ہے اس زمین کا لختِ جگرِ ہمنوز
 محصول اس قدر ہے کہ اللہ کی پناہ
 کساں نہیں تجارتِ غنیم و خیرِ ہمنوز
 ہوتا ہے ضبطِ سرحد و ساحل پہ مالِ عقل
 منشوع ہے درِ کمرِ فکر و نظرِ ہمنوز

نظروں کی جستجو میں ہے جس جہاں ابھی
 گاہک کی منتظر ہے متاعِ ہنر ہنوز
 اس جادہ دراز سہین و شہور پر
 انسان کا سفر ہے بہت مختصر ہنوز
 بے مزہ بھر رہے ہیں بوز ہنوں کی جھولیاں
 وہ ناشدین شغریں در یوزہ گر ہنوز
 قدیں ہیں دائمی کہ اضافی ؟ کسے خبر
 الجھا ہوا ہے مسئلہ خیر و شر ہنوز
 ذہنوں کی سرزمین پہ ہیں برفِ پابیاں
 لب بستہ ہے نبوتِ برق و شر ہنوز
 منہ اپنا دیکھنے کو سمجھتے ہیں کفر لوگ
 حیران ہے ذکاوتِ آئینہ گر ہنوز

اے دیدہ ہائے غولِ پیاباں کی روشنی
 تیری تہوں میں دفن ہیں شمس و قمر ہمنوز
 اک خسروِ شہنشاہ و نادیدہ کے حضور
 پھٹکے ہوئے ہے دانشِ آدم سپر ہمنوز
 بخشے گا، بندگی سے جواشان کو نجات
 وہ حرفِ مایہ دار ہے نامعتبر ہمنوز
 خیران ہوں کہ خود ہے جو مسجدِ کائنات
 سجدوں کے شغل میں ہے وہ نوعِ بشر ہمنوز
 زانوئے دل پہ، دیر سے، خوابیدہ ہیں دماغ
 مثلِ جنازہ، دوش پہ جُثیاں ہیں سر ہمنوز

دریوزہ روشنی

(۱)

یہ مانا کہ ہر آن میرا وجود
صُعُور و مُبْنُوط و مُبْنُوط و صُعُور
گئے، بَستۂ اوجِ عرشِ بریں
گئے، خَستۂ اَسفلُ اَلسَّائِلِین
گئے، ذَرَّۂ و خار و سَنَک و سَراب
گئے، لالۂ و پَرِ نِیّان و شَراب

کبھی کوزہ پشت و پیرا گنہ سیر
 کبھی قوس کُبار و مخراب دیر
 منوں و حُزین و غمین و شہاہ
 باندوہ فقدان اہل نگاہ
 نگر اس کے باوصف، دل شعلہ بار
 بہر شعلہ، صدموں رنگ بہار
 مرا نقطہ دل سراج منیر
 سماوات صیاد و سیارہ گیر
 صنم گر، گہر ساز، آئینہ تاب
 فلک ہیں، زمین سنج، آفاق یاب
 مری طرۂ تخیل، ہنس چمن
 ہوا سے نہائی، غزال ختن

مَبِیْحُ الْكَلَامِ وَ صَبِيحُ الْعَذَارِ
 شَمِيمُ الْوَرْدِ وَ نَسِيمُ الْبَحْرِ
 ذَمِيرُ الْخَلَا وَ أَمِيرُ السَّمَا
 سَمِيعُ الْفَنَاءِ وَ بَصِيرُ نَصَبِ
 غَزَلِ خُؤَالِ ، بَايَوَانِ تَابِ بَدَرِ
 مَرے دل کے شریعت پر زندگی
 مری منتہی ہے وہ کہنکتا ستار
 کہ جس پر بھڑکتے ہیں لیل و نہار
 فضا کو بچاتے ہیں میرے غلم
 ہوا کو بجاتے ہیں میرے تدم
 جھٹکتے ہیں میرے نفس سے غلوم
 کہنکتے ہیں میری نظر سے نجوم

آمینِ بلند می و پستی ننگاہ
 بر آیاتِ ذراست و آنجم گواہ
 خدیوِ جہاں میرا ذہن منیر
 مرے فرق پر تاج ” خیر کثیر“
 مرے سامنے کوہ، رقصاں حباب
 حجابات، چہرے تو چہرے، حجاب
 کبھی روشنی، ظلمت بے حساب
 کبھی تیرگی، مادرِ اقتساب
 نہ اول، نہ آخر، نہ دنیا، نہ دیں
 دو عالم ہیں مابینِ فطن و یقین
 بری امتحاں گاہ میں جُزودِ کُل
 ہمیزان، خار و بہقیاس، گل

مری سعی تحقیق گز م خردش
 پیہر باغوشش ویزداں بدوش
 مری جستجوئے جمیل و جلیل
 قلیل الزوائست، کثیر الدلیل
 مراد من، خلاق فوق البشر
 مری ذات، یاقوت بین النجبر
 ابھی تک سببہ انساں، بکوائے قیاس
 عقیر الشحور و عقیم الحواس
 مری خام ہے عقل جو یا ہنوز
 نہ "لا" معتبر ہے نہ "الا" ہنوز
 تصادم ہے وہ نفی و اثبات میں
 کہ پچھل ہے ارض و سموات میں

مگر میں رواں ہوں سوائے قصرِ غیب
 بایں ضربِ عمر و بایں کزبِ شیب
 رواں ہوں، و مادامِ پے کشفِ راز
 بایں عمرِ کوتاہ و راہِ دراز
 نہیں مجھ کو پروا، ترم ہو کہ دیر
 رسولوں کے مانند نیتِ بخیر
 بجویندگی الہِ عباد
 مرا ہر نفس، اک مسلسلِ جہاد
 مرا ہر تشکک، عبادتِ گزار
 مرا ہر تمرد، اطاعتِ شعار
 مری سرکشی، انکسارِ ثقات
 مرا لمحہ فکر، صوم و صلوٰۃ

مراہر تنجیئر . قیام و تغور
 مراہر تنجیس . رکوع و شجود
 مراقامت ذہن . سر و دہیں
 باہیاں قصیر و بعرفان طویل

(۲)

زمانے سے میں ہوں، بھگتہ قضا
 یکے از ندمان خلق خدا
 مری شاعری، شارح کیت و کم
 کلیبے قرعاس و دیر قضا
 دریغا کہ نہ پختگان ہنر
 چڑھتے ہیں تیر کی مرے شعر پہ

مرے کوہ سے، گاہ، گزرم جَدَل
 بایوانِ بے سَقَفِ اہلِ غَزَل
 ہرّت کر رہے ہیں، سمرِ اَنجمن
 خوش آواز و بد فکر اہلِ سُنن
 ادھر، نہیں خیزن و ملول و تباہ
 پاندوہ فقہانِ اہلِ نگاہ
 خدا کا مصاحب، نہ بت کا حبیب
 حرم میں برہمن، وطن میں غریب
 سزاوارِ زنداں، بجزرم ہنر
 سپہِ زو، بتقصیرِ فکر و نظر
 میرے زندہ افکار پر صفِ بَصَف
 روایاتِ بے روح خنجرِ بَلَف

سِرِ جَادَہِ کورِی کارواں
 مری زہِ ثنائی، زہینِ فُغاں
 صفتِ ناقصانِ دِیاریِ سُخن
 مرے فن کی تکمیل پر خندہ زن
 مرے سِرِ یہ، مثلِ عصائے کَہیم
 نگاہِ مُناجاتیانِ قَدِیم
 مری آگِ پراوس اُٹھائے سناں
 مری بَرقِ پیر، برفِ کُفِ درِ دِیاں
 مری نے کی چنگاریاں، آبِ آب
 بیاہینِ سَحِ بَسْتِ اہلِ خُواب
 مری شمعِ معنی، سِرِ سِرِ دُھواں
 بُمُخرابِ تَنگِ اساطیرِیاں

مرا ذہن بیدار، ذہن رسول
 مری آنجمن، خواب گاہ عقول
 مری فکر، مقہورِ اہل سبیل
 مرا کعبہ، محصورِ اصحابِ فیل
 بخاراتِ دود و دُخان و غبار
 ہوا پر مسلط، سروں پر سوار
 فضا، تیرگی پاش، مانندِ زلزلہ
 آہ جلد کوئی جلد دے چراغ
 بلا، در بلا، بلا، در بلا
 نینو، زندہ صاحبِ رہا ہے گلا
 زمیں تیرگی، تیرگی، تیرگی !!
 بے روشنی، روشنی، روشنی !!

جہادِ علم

زکابِ تمام کے قیل، رُوحِ عالمِ ایجاد
چلائے علم، سوئے دشتِ جہل، بہرِ جہاد
ذیاراتِ وہیل میں، پکار کر کہہ دو
کہ ہو رہا ہے بشر، بندِ گ سے اب آزاد
تمام ذوقِ سرور و طہور و حور و قصور
فغاں کہ قصرِ عبادت ہے سخت کج بنیاد

دُہ اک نگاہِ بختِ سہے سوتے ذات و صفات
 بچھ رہے ہیں جسے مفتیانِ دیں ، السجاد
 لبِ شعور کا ہے صرف اک تبسمِ حشر
 دُجودِ رب دروُف و جلیل و بر و جواد
 مسافرِ ان رُہِ جستجوئے عمرِ ابد
 طلب کریں گے نہ خضر و مسیح سے امداد
 رہے نصیب کہ اب ہے رہیں بارِ سمنوم
 چراغِ تختِ کیانی و شمعِ تاجِ قباد
 نیچے خبر بھی ہے ، ایوانِ دولتِ پرویز
 کہ اب ہے تیشہ بکفِ خونِ دامنِ فراد
 فضاے عزمِ پہ غلطیہ ہے لوئے حسین
 سر رہے دلِ دارِ ثمانِ ابنِ زیاد

اس کڑی کو، خُدارا، جواں تو ہونے دو
 مسیح وقت بنے گا یہ طفلِ کس جِداد
 رُخسازوں کا آب نہ شانِ دُشبر کے سچے ہیں
 زربِ شریہ، تسم کھار باہئے یہ نورِ داد
 جنبِ اوقِ دل پہ کھلے گا بوائے حُسنِ عظیم
 کسی لغت میں نہ پائے گا پارِ حُرُوفِ عباد
 وہ سامنے ہے درِ قضا عتقدہ ہائے رقیق
 قدم بڑھانے ہوئے صاحبانِ اہست و کُشار
 بحکمِ قدر بنے گی حریمِ امن و امان
 بربتِ کعبہ یہ عبرتِ مرنے کون و شمار
 خُدا گواہ کہ بے صدفہ میں خفوقِ الہ
 مگر برائے نگہ رازی خفوقِ عباد

ہزار شکر کہ ہے زہ نمائے آب حیات
بری یہ خاک مسیحا مزاج و خشر بہاد
کڑا گوشہ ہفت آسماں ہے چشم براہ
بُٹھائے زمین گہر منظر و عقیق سواد
خدا گواہ کہ لوح بشر کی جودت ہے
نسب نسل و گہر طینت و پلور نثراد
غرض ہے علم سے آئے جوش بیتا ملے کہ خدا
اٹھا بھی پردہ اسرار، ہرچہ بادا، باد

شہزادیں انمرا

۱۱

صبح ، اک شعلہ غریاں ہے ، کوئی کیا جانے
شام بھی ، آگ پہ غلطاں ہے ، کوئی کیا جانے
جگر نشترن و لالہ و گل میں پیوست
دشنہ خارِ مغیلاں ہے ، کوئی کیا جانے

بانگِ مرغانِ سحر پر درو آہنگِ نسیم
 جرسِ کوچِ بہاراں ہے، کوئی کیا جانے
 آبِ انگور کہ ہے آتشِ سوزِ نذرِ غم
 خونِ جوالِ دہقاں ہے، کوئی کیا جانے
 دشتِ جمہوریت و عرصہٴ آزادی بھی
 نفسِ شایخِ گلستاں ہے، کوئی کیا جانے
 رامشِ درنگ کے ایوان میں ہر ہفتِ سرور
 صرف اک رات کی مہاں ہے، کوئی کیا جانے
 بزمِ یارانِ شنگِ طبع میں شمعِ فنِ کار
 حقّتِ بدرِ زمستاں ہے، کوئی کیا جانے
 جنتِ شجر کے ہر پتوں کی رنگینی میں
 دجلہٴ خونِ رگِ جاں ہے، کوئی کیا جانے

رنگ و آہنگ سے بھٹی ہوئی یادوں کی ہر اس
 زہ زو جادہ نسباں ہے، کوئی کٹیا جانے
 پیرہ گلیوں میں، لرزتی ہوئی آواز گدا
 طبل رسوائی سلطان ہے، کوئی کٹیا جانے
 اہل درگاہ کا یہ دامنِ صدر پارہ نہیں
 یہ تو موئی کا گریباں ہے، کوئی کٹیا جانے

(۲)

لیکن اس سلسلہ کرب و محن کے بارِ صفت
 دھوپ میں ابر بہاراں ہے، کوئی کٹیا جانے
 زندگانی، پئے تسخیر حیاتِ ابدی
 موت سے دست و گریباں ہے، کوئی کٹیا جانے

عشق کے خائے برباد کی تارہ کی میں
 شعلہ زوئے نگاراں ہے، کوئی کیا جانے
 تخم کل کی گہر ناز کے سنائے میں
 کس قدر شور ہزاراں ہے، کوئی کیا جانے
 کس تکلف سے، ہر آویزہ گوشِ عشرت
 حلقہ اشک میں جہاں ہے، کوئی کیا جانے
 آہ کی موج میں نغمے ہیں، یہ کس کو معلوم
 اس بچے کے رقص میں بستاں ہے، کوئی کیا جانے
 جنگ میں صبح کا پیغام ہے، کس کو یہ خبر
 جنگ میں نعلِ بدخشاں ہے، کوئی کیا جانے
 زشت کے خال میں ہے گوہرِ یک دانہ خوب
 مضر کی جیب میں کنعاں ہے، کوئی کیا جانے

بہ خرابے میں ہنکتے نظر آتے ہیں قصور
 بہ اندھیرے میں چراغ ہے کوئی کیا جانے
 زیرِ مخرابِ پراسرارِ شبستانِ خیال
 کون رقصان و غزل خواں ہے کوئی کیا جانے
 طرفِ کہسار کی، نکھری ہوئی، صبحوں کا جلوس
 کوچہ شب میں خراماں ہے، کوئی کیا جانے
 زیرِ داماںِ پرافشان سکوتِ ظلمات
 نغمہ چشمہ حیواں ہے، کوئی کیا جانے
 خشت میں جودتِ معمارِ حرم ہے پہاں
 خارِ پر قوسِ پرافشاں ہے، کوئی کیا جانے
 آندھیوں میں ہیں چراغوں کی لہریں گرم سفر
 آؤ رلوں میں، چمنستان ہے، کوئی کیا جانے

اِثْفَاقِیْ ہے یہ آمیزشس آہ و آہنگ؟
 یا کوئی حد جب فرماں ہے؟ کوئی کیا جانے
 کار فرمائے دو عالم ہے کوئی نہ تارہ شغور؟
 یا لوانائی بے جاں ہے؟ کوئی کیا جانے
 نہ نیست گوش ہے کیا ملتے سخن داؤد؟
 یا دف غول جیاں ہے؟ کوئی کیا جانے!
 دین ہے، شرف جگر دار حیمان بزرگ؟
 یا فتنہ شور فقیہاں ہے؟ کوئی کیا جانے
 چشمہ خیر ہے ماہ رمضان و شب قدر؟
 یا فتنہ اژدہم بزرگاں ہے؟ کوئی کیا جانے

سب کہیں سدرہٴ واعراف و جمہیم و جنت؟
 یا منتظرِ جودتِ انساں ہے؟ کوئی کیا جانے
 عملِ حادثہ ہے گیتی و گردوں کا و جود؟
 یا کوئی سب سلسلہٴ خنیاں ہے؟ کوئی کیا جانے
 خود سے نعموں کی یہ بارش ہے۔ یہ رنگوں کی پھوار
 یا کرنِ اوٹ میں پہاں ہے؟ کوئی کیا جانے

(۴)

علم، آشوبِ عقاید ہے۔ یہ کہنے کس سے
 عقل، غارت گراہماں ہے، کوئی کیا جانے
 آج بھی خاکِ جہاں ویدہ کے گہوڑے میں
 آدمی طفلِ رستاں ہے، کوئی کیا جانے

شایدِ عِلّتِ اِیجاد، اَزَل سے اب تک
 فکراً انسان سے گریزاں ہے، کوئی کیا جانے
 کس لیے ترگسِ آفاق کے ہکوروں میں
 وحشتِ چشمِ غزالاں ہے، کوئی کیا جانے
 عرشِ اعظم پہ، فرشتوں کا غرورِ تسبیح
 غلمِ آدم سے پستیماں ہے، کوئی کیا جانے
 معصیتِ شوخیِ عصمت ہے، کس کو بھامیں
 ابرمنِ پیرِ تویرِ داں ہے، کوئی کیا جانے
 خاکِ پرِ حشریتِ انساں کی خلافت کا علم
 جنبشِ دامنِ عھیاں ہے، کوئی کیا جانے
 زانوئے فکر پہ زمکی ہوئی پیشانی جو شش
 رِحلِ آفاق پہ قرآن ہے، کوئی کیا جانے

عَمَلِ فِکْرِ

جبیں، جب زانوئے اندیشہ پر دھپکائی جاتی ہے
مسائل کی سہانی چاندنی چٹکاائی جاتی ہے
ٹپکتا ہے، بوقت فکر، جو پیم رگِ جاں سے
شرابِ آگہی اس خون سے کھینچوائی جاتی ہے
ہزاروں دورِ پیش کے چراغاں تبوہ سُٹتے ہیں
بُجھی شمعوں کی لوجبِ اک زراکائی جاتی ہے

کبھی گل بزرگ سے، قلعوں کے گنبد دھائے جاتے ہیں
 کبھی جو سے پہاڑوں کی کمر سڑوائی جاتی ہے
 کبھی، ناقوس بجواتے ہیں کعبے کے فقیرہوں سے
 کبھی، اہل کلیسا سے اذان دلوائی جاتی ہے
 کبھی طوفاں، نفس کے ساز پر نچوائے جاتے ہیں
 کبھی آندھی، لوؤں کی تار پر بھڑکائی جاتی ہے
 کمان رنگ ہی، الفاظ کی سمرن نہیں بنتی،
 زبان شگ بھی آواز میں ڈھلوائی جاتی ہے
 ہر اک لے میں بھری جاتی ہے صدیوں کی نوکاری
 ہر اک لمحے کو، قرنوں کی بردا اڑھوائی جاتی ہے
 پے ترتیب کیوئے جہاں، زلفِ الوہیت
 پریشاں بندگی کے دوش پر بھرائی جاتی ہے

یہاں گلزار سے ممنوع ہے درِ یوزہ خوش بو
خود اپنے ہی نفس سے، زندگی ٹہکائی جاتی ہے
شعبہ جہاں گہل کی سوزن چاکِ گریباں سے
غروسِ زندگی کی اور طبعی سواکی جاتی ہے
پُرانی مہلکھی صدری، بدائاتی، اُتر واکر
نئی چولی نگارِ ذہن کو بہت کی جاتی ہے
نگاہ و عکس و انکس و شمیم و رنگ و تابانی
ہر اک شے، کئی میزان میں ٹکوری جاتی ہے
دلایل کی مجرب چٹکیوں کی پختہ مشقی سے
قُبائے کیفیت و کم کی آستیں چنواکی جاتی ہے
اچھٹا ہے ہلو کرنا کیا دروغِ مضحکہ خیز کا
بزرگانِ اُمم کی فصیح جب کھراکی جاتی ہے

کروں کے فیصلے تک مختصر معلوم ہوتے ہیں
 وہ لا محذور پنہنی بشر میں پائی جاتی ہے
 ہر ایک کرب متا کے عواہل درج ہوتے ہیں
 ہر ایک ضرب دل نوح بشر گنونی جاتی ہے
 پرکھنے کے لیے تہیج کے دھاروں کی آوازیں
 ہزاروں بار ایک اک دستاں دہرائی جاتی ہے
 سرورِ کچھ کے دربار میں، طبعِ مفکر سے
 دوامِ شاد رہنے کی قسم کھلائی جاتی ہے
 کھٹکتی ہچکیاں، بجتی کراہیں سنائی ہیں
 بھڑکتی آگ پر جب راگنی پھلائی جاتی ہے
 کہیں اے توش یہ کس سے کہ حق بخوی کے پرے ہیں
 ہماری جان پر کیا کیا قیامت ڈھائی جاتی ہے

خشکسختی

تفسیر یہ تھا در نہیں نہ سمجھتی نہ عالمی
اللہ رکی آیا ست کی شوبیدہ کلانی
انسان سنے حرف جگر در کی آواز
کانوں پہ نہ منڈرائیں جواقوال عوامی
ذہنوں میں درایت کو اکائیں بھی تو گنیوں کر
سنتے ہیں ، روایات کے پتے ہیں درامی

پستی سے، جواں فِشِل چلے، سوئے بندنی
 رستے سے جو ہٹ جائیں بڑے رگ ان گرامی
 یاروں کو فسانوں پہ ہے تارِ سخن کا دھوکا
 ڈرتا ہوں کہیں پختہ نہ ہو جاوے یہ تمام
 کرسی کے خطیبوں کو یہ معلوم نہیں ہے
 اس فرش کے قدموں پہ ہے کیا عرشِ مقامی
 آفاق کی تنظیم پر اک طنزِ جلی ہے
 اس آشہبِ آیام کی ترویدہ خرامی
 ہٹ جاؤ سماءات، پکٹ جاؤ فرشتو
 انسان کو منظور نہیں طوقِ علامی
 ہر کام پہ ہے فکر کو قرون کی ضرورت
 اور عمر کی تفتیر میں ہے برقِ خرامی

ذروں پہ ہیں ٹوٹے ہوئے الفاظ کے آثار
بھٹکتے ہیں کچھ اس درجہ ستاروں کے پیامی
اس خاک پر اے جوش کچھ ایسے بھی ہیں یوان
آتے ہیں جہاں ارض و سما بھر سلا می

زندگی

اُٹھ، کہ تحریم کیفیت، میں عطرِ چکاں ہے زندگی
عطرِ چکان و گلِ نشاں، رقصِ کُناں ہے زندگی
صُبحِ بُرُخ، سَمَنِ بکف، شامِ بدوش، نئے یَدب
زُہرہ جہاں، سُخِمْ آوا، مادہ نشاں ہے زندگی
جنگِ میں تازیانہ دشتِ جَنُون و برہمی
اَمَن میں کارخانہ سبیشہ گراں ہے زندگی

رنگِ چنر کی قسم ، افسِ بنگار کی قسم
 انبر بہار کی قسم ، رنگِ خزاں ہے زندگی
 حق ، ہر ایک دائرے میں ، بخشِ زمناں پاؤں میں
 کوہِ جبل کی چھاؤں میں ، دھندلے پاں ہے زندگی
 دھترِ مندوش زمیں ، نیلی آسمان نشیں
 جس پہ ہنسا سولیتیں ، ہاں وہ گگن ہے زندگی
 رقصِ شمر رہتے رزم میں ، لرزشِ کاہِ بزم میں
 پھر بھی محلِ غزم میں کوہِ گراں ہے زندگی
 بھڑپٹائے معتبر ، بے پس و پیش و بے خطر
 سینہ دیوِ مزگ پڑ ، نوکِ سناں ہے زندگی
 لُطوق کے اشتیاق میں ، حُرَف کے اُور واتی میں
 ذوقِ بیوں کے طاق میں ، شمعِ زباں ہے زندگی

گرد و غبار چار سُو، دود و بخار مَو، مَو
 پھر بھی، نفیضِ شُست و شَو، نورِ فشاں ہے زندگی
 طَرّہ زلفِ مہ و شاں، تابِ عذارِ گلِ رُخاں
 سماجِ محلِ سب سے جہاں، شاہِ بہاں ہے زندگی
 راہ میں گزرگ و سارِ ہیں، غارِ ہیں، شعلہ زارِ ہیں
 غارِ ہیں، کوہِ سارِ ہیں پھر بھی دواں ہے زندگی
 غرضتہ گیر و دار میں، حلقہٴ برق و نار میں
 دوزخِ روزگار میں، باغِ جناں ہے زندگی
 موت ہے پشتِ پرداں، پھر بھی، سب سے کراں
 جانبِ عمرِ جاوداں، گرمِ تکان ہے زندگی
 خستہ جو راہِ این و آن، بستہ مَرگِ ناگہاں
 پھر بھی شگفتہ و جوان، زمزمہ خواں ہے زندگی

ہرین منور میں اک جہاں، ہر خم لب میں دانتاں
 شارح مصحف زماں، تاقید جاں ہے زندگی
 فرش تعینات پر، عرش صفات و ذات پر
 شمس کائنات پر، کائناتیں ہے زندگی
 جامہ بجامہ، ہر بہر، فائے بخانہ، در، بدر
 خیر بخیر، شر بشر، ہر بہاں ہے زندگی
 کوچہ بکوچہ، زہ بزہ، ہر بہر، مہ ہمنہ
 قعر بقعر، شہ بشہ، شعلہ چکاں ہے زندگی
 موج بموج، شب بشب، روز بروز، شب بشب
 لفظ بلفظ، لب لب، حرف تپاں ہے زندگی
 آب آب، گل یگل، نور بنور، ظل بظل
 سینہ بسینہ، دل بدل، تاب دواں ہے زندگی

مَذَرِ بَمَذَح ، دَمِ بَدَم ، تَرِجِ بَبِج ، خَمِ بَخَم
 رَجَلِ بَرَجَل ، يَمِ بِيَم ، تَمَدِ عَنَالِ سَبِ زَنْدَگِ
 کَوِ بکَوِ ، جَوِ بَجَوِ ، قَرِیَ بَقَرِیَ ، کَوِ بکَوِ
 رَنَگِ بَرَنَگِ و لَوِ بَلَوِ ، مَوِجِ دَوِاں بے زَنْدَگِ
 جَزِوِ بَجَزِوِ ، کَلِ بکَلِ ، خَارِ بَخَارِ ، گَلِ بگَلِ
 شَیْشَ بَشَیْشَ ، مَلِ بَمَلِ ، بَادِ بَشَاں بے زَنْدَگِ
 نَوِشِ بِنَوِشِ ، سَمِ بَسَمِ ، جَرَعِ بَجَرَعِ ، دَمِ بَدَمِ
 جَمِ بَجَامِ ، خَمِ بَخَمِ ، پَرِ مَعَاں بے زَنْدَگِ
 جَوِشِ کَا دَمِ بے دَا پَسِیَں ، لَا بَیِ شَرِبِ و سَا بَیِ
 دِیرِ ذِکْرِ کِبِ مِمِ شَیْیَں ، آبِ رَوِاں بے زَنْدَگِ

مَرَحْمَتِ بے حَاجَا

نہ پہ یہ مَرَحْمَت نہ کی ہوتی
داورا، زندگی نہ رکی ہوتی
اور اگر ناگزیر سہمی ہستی
تو حقیقی و سرمدی ہوتی
یہ یہ ہوتا کہ گور سے تا گور
زندگی سر بسہ خوشی ہوتی

یہ بھی تجھ کو اگر نہ سقا منتظر
 تو حیاتِ اکِ بُوذگی ہوتی
 بہرِ خوشی کا ماں اگر غم ہے
 غم میں اک گونہ چاشنی ہوتی
 بَرَق دینے کا سنا اگر نہ خیال
 بھوک سی چیز بھی نہ دی ہوتی
 شر سے ہم کو اگر بچانا سقا
 شرم میں اتنی نہ دل کشی ہوتی
 کاشش اپنے خمیر میں یارب
 خوشے تسلیم و بندگی ہوتی
 دادِ را، جو بڑی مشیت ہے
 طینتِ آدمی دہی ہوتی

اک جہاں ، راہِ راست پر چلتا
 کاش طبعاً نہ یہ کبھی ہوتی
 ذمہ داری تھی جب گرا پی خاک
 اپنے ہاتھوں ہی کی گندھی ہوتی
 جس قدر بھی امور ہیں ممنوع
 ان کی ، ہم کو ، لک نہ دی ہوتی
 کام لیتا ، اگر ہدایت سے
 تو نہ رسوا پیمبری ہوتی
 تو جو بے امتحاں پر کھ لیتا
 تو اہانت نہ علم کی ہوتی
 ہم کو ، آنکھیں اگر عطا کی تھیں
 تو کوئی شکل دیدہ بھی ہوتی

ہر نفس کو جو پختگی دیتا
 تو نہ زحمت نقاب کی ہوتی
 ادعاۓ صفات و ذات کے ساتھ
 کوئی محکمہ دلیں بھی ہوتی
 جس عبادت میں کوئی جان نہیں
 وہ عبادت نہ فرض کی ہوتی
 جس سے ہوتی ہے معرفت پیدا
 بات وہ، کسوں کر، کہی ہوتی
 امر تنزیہ تھا اگر محکمہ
 آڑ، تشبیہ کی نہ لی ہوتی
 غیب سے، بے وسیلہ جبریل
 کبھی خود بھی تو بات کی ہوتی

ہم سے کیا مدد ہے ہم کیا ہیں
 کم سے کم یہ تو آگہی ہوتی
 تم رہو گے حریف آپس میں
 ہم کو یہ بددعا نہ دی ہوتی
 دوستی کا اگر نہ پارا تھا
 دشمنی تو نہ ہم سے کی ہوتی
 لاکھ دجلوں سے جو نہیں بکھیتی
 اس بلا کی نہ پیس دی ہوتی
 خوف و ہیمان و غصہ و غم سے
 اک بشر ہی کو مخلص ہوتی
 ایک دل تو ہرا بھرا ہوتا
 اک دیئے میں تو روشنی ہوتی

ایک لب ہی کو چھپے ملتے
 ایک منہ پر ہی تار کی ہوتی
 ایک سر پر تو سایا ہوتا
 ایک گھر میں تو چاندنی ہوتی
 ہفت قلزم اگر پلانا تھے
 بوند بھر نہ ندگی نہ دی ہوتی
 کاش اے بندہ آفریں تجھ میں
 عادت بندہ پروری ہوتی
 کبر و کار ، تری خدائی میں
 ہم نہ ہوتے تو کیا کمی ہوتی

کیا ہوتا

الہی ، اہل فن ، آرام پا لیتے تو کیا ہوتا
یہ بندے بھی نہ اسالطفا اٹھا لیتے تو کیا ہوتا
جہاں ، اہل جفا تک کو اجازت ہے چلنے کی
دہاں ، کچھ اہل دل بھی چھپھا لیتے تو کیا ہوتا
جہاں شاہوں کے ہتے قسروالیاں ہیں وہاں مولا
گدا بھی اپنے کچھ منڈروے چھو لیتے تو کیا ہوتا

چھڑکتے ہیں جو اپنا ٹون، امیروں کے پسینے پر
 غریبوں پر بھی دوا لٹو بہا لیتے تو کیا ہوتا
 زبان شاہ سے، اوچھے خطابوں کے تمنائی
 گدا سے رہنمائی کی بھی دعا لیتے تو کیا ہوتا
 جہاں گھنگر کھٹکتے ہیں، بھنور پڑتے ہیں مانوں میں
 کبھی ہم بھی دباں دھوئی رہا لیتے تو کیا ہوتا
 جہاں، شاخیں ٹپکتی ہیں جہاں باد تھرتے ہیں
 دباں کچھ بادہ کش بھی نہ کھڑا لیتے تو کیا ہوتا
 ہزاروں، باندھتے رہتے ہیں سہرا، وقت کی سرپر
 جواک لمحے کو ہم دوا بنا لیتے تو کیا ہوتا
 تبسم سے، کھلے چہروں پہ جواک حلقہ بنتا ہے
 یہ تب بھی اس دف زکو بجالیتے تو کیا ہوتا

فُحْرَتِ انسانی

اے دوست، دل میں گزر دُورِ ت نہ چاہیے
اچھے تو کیا، بُروں سے بھی نفرت نہ چاہیے
کرتا ہے کون، پھول سے رغبت نہ چاہیے
کانٹے سے کبھی مگر تجھے وحشت نہ چاہیے

کانٹے کی رگ میں بھی ہے ابو مرغ زار کا
پالا ہوا ہے وہ بھی نسیم بہار کا

جو موج، دشت میں ہے، وہی لالہ زار میں
 جو مارو، سراب میں ہے، وہی جوئے بار میں
 جو شے ہے بزرگ کل میں، وہی نوک خار میں
 تفریق، نارو ہے، خزاں اور بہار میں

وضع و روش میں فرق سہی، جان ایک ہے
 تیور جدا جدا ہیں، مگر آن ایک ہے

ہاں، نار میں لپکے بے دُہی، جو ہے نور میں
 وِرات میں دمک بے دُہی، جو ہے طور میں
 غیبت میں کبھی جھٹک ہے دُہی، جو ٹھہور میں
 پتھر میں بھی کھٹک ہے دُہی، جو پلور میں

یہ فرقِ اِسم و شَکْلِ، فریبِ نگاہ ہے
 اُسے دوستو، دُوی کا تصوّر، گناہ ہے

سُنبُل کی نسل سے ہیں خُس و خار و شاخ سار
 سوسن کے خاندان سے ہیں ہنشک بزرگ و بار
 ہرزرد پٹکھڑی ہے، اک اُجڑی ہوئی بہار
 عبرت سے دیکھ، باغ کے ذراتِ سوگ وار

نخل، دے کر ان کو لوچ، نسیم و سحاب کا
 خاکِ چمن نے، روپ بھرا تھا، گلاب کا

ہوتے ہیں پائے مال تو کہتے ہیں زرد پھول
 گلِ رحمتِ عظیم کا ہنم پر بھی ستا نزل
 خوابانِ بوستاں میں، ہمارا بھی تھا شمول
 اے راہِ رو، نہ ڈال، ہمارے سروں پہ دھول

ہر چید، انجمن کے زکا لے ہوئے ہیں ہم
 لیکن، صبا کی گود کے پالے ہوئے ہیں ہم

ہم تھے کبھی نقشہ و نسرین و یاسمن
 نیلوفر و ہزارہ و سوزی و نارون
 داؤدی و شقایق و صد بزرگ و سترن
 ترکان زرجبین و حسپانِ سیم تن

سپینوں پہ لوٹتے تھے، ہوائے بہار میں
 ہم، کل گندھے ہوئے تھے جبینوں کے باہیں

کہتے ہیں رُہِ رَووں سے یہ پامال بوستان
ہم بھی تھے، ایک روز، گُہرِ بار و منہ چمکاں
اپنے گُلوں کی جیب میں کتنی قوس و کہنشاں
طاؤس ناچتے تھے، مکتی تھیں بدلیاں

کیا بات پوچھتے ہو، اس اُبڑے دیار کی
آئی تھی کل، ادھر بھی سوارِ بہار کی

کہتا ہوں پھر کہ دل میں کدورت نہ چاہیے
 وحدت کے سر پہ ضربت کثرت نہ چاہیے
 مطلق اکائی میں، عددیت نہ چاہیے
 غیریت و شر و عصبیت نہ چاہیے

آفاق، ایک جنم ہے، اور ایک ذات ہے
 اے دوست، وہم غیر، جہالت کی بات ہے

جوہر میں ہے جو بات، غرض میں بھی ہے دی
 نوکے گلے میں، سنج کی ہیں با نہیں بڑی ہوئی
 اک موجِ رنگِ ناک گُلستاں ہے پتکھڑی
 دیکھو اگر تو دھوپ کا اک رُخ ہے چاندنی

آتش ہے، طبعِ شاربِ صنوبر لیے ہوئے
 اگلر بھی ہے، ہراج گل تر لیے ہوئے

کوثر ہی میں نہیں ہیں سفینے رواں دواں
 دریاؤں سے ستم میں بھی ہیں بہاروں کی کشتیاں
 ساغر ہی میں نہیں ہیں، لطافت کے گلستاں
 سنداں کے چشم پر بھی ہے، تشریف پر نیاں

گل ہی نہیں ہے نورِ نظر، ما، و طین کا
 خاشاک نے بھی دودھ پیا ہے زمین کا

لے جان و جان دار کی بنیاد ایک ہے
آرض و سما کی علت ایجاد ایک ہے
بُت سیکڑوں ہیں، حُسن خُدا و اد ایک ہے
سب دل اُلگ اُلگ ہیں، مگر یاد ایک ہے

یک سماں ہے مال، گوہیں دُکائیں جُدا جُدا
معنی ہیں سب کے ایک، زبانیں جُدا جُدا

تر دامنِ وعصمت و کفر و پیمبری
 آبر و شعاع و سایہ و تنویر و تیرگی
 خورشید و ماہ و ذرّہ و تاہید و مشتری
 بلور و سنگ و جوہر و حیوان و آدمی

اُور پہ جو دشت و کوہ و پیابان و باغ ہیں
 سب ایک خاندان کے چشم و چراغ ہیں

بے شک، جو بختا ہے، دھڑکتے دلوں کو چین
 اُس کا وجود، بزمِ جہاں کی ہے زیب و زین
 لیکن وہ بد شعار، جو ہے تنگ مشرقین
 وہ شخص بھی ہے، آدم و حوا کا نورِ عین

پُترے کبھی نہ بہرِ وقت کا ہا پس کر
 دل ہے تو، اپنی ماں کے چہیتے کا پاس کر

جو، روشنی چمکاں ہے، سوہے دُہ بھی آدمی
جو، تیرگی فشاں ہے، سوہے دُہ بھی آدمی
جو، یارِ مہرِ باں ہے، سوہے دُہ بھی آدمی
اُور، جو، عداوتے جاں ہے، سوہے دُہ بھی آدمی

تو، بھاگ، خواہ موت سے، یا زندگی سے بھاگ
اے آدمی، کبھی نہ مگر آدمی سے بھاگ —

انسان کے خمیر میں ہے عنصّرِ گناہ
 علت کے جو روئے ظلم سے، معلول ہے تباہ
 گم راہ، کوئی شخص نہیں سب سے، فدا گواہ
 صیدِ فریبِ جاہل ہیں، گم کردگانِ راہ

ہر فرد، جبرِ ہائے علل کا غلام ہے
 نفرت، شریعتِ بشری میں حرام ہے

برتری کی ہے، اصل میں، اک خفّہ روشنی
 گم کردہ راہ خیر ہے، درپردہ، ہر بدی
 طغیان ذوقِ دیرِ صمد ہے، صنم گری
 بھٹکا ہوا تصوّرِ وحدت ہے شرک بھی

جو ہر دہیِ حذوت میں ہے، جو قدم میں ہے
 نو، ایک ہی چراغ کی، دیر و تحرّم میں ہے

میلانِ فکر و خوئے تشکک نہیں گناہ
 تحقیق، اُمِّ علم، تجسّس، چراغِ راہ
 اقرار کی تلاش میں، انکار رہے تباہ
 ایوانِ ”لا“ کے بعد ہے ”لا“ کی بارگاہ

ہزارِ مہبوط کو ہے، تمنا صُعود کی
 کافر کو بھی تلاش ہے ربِّ دُود کی

ہر خوب "خوب تر" کی طلب میں ہے گا ازن
 قلب خزاں میں، دور بہاراں کی ہے لگن
 یاد خدا ہے، ذوق پرستاری و شن
 انکار، ایک سجدہ معکوس اس اہرمن

ہر خار و خس ہے، خونِ رگِ مل لیے ہوئے
 ہر سنگ و خشت ہے ورقِ گل لیے ہوئے

امیراث و نفس و تربیت و صحت و شعور
ان سب کے اعتدال میں پڑتا ہے جب فتور
ہوتا ہے آخر خیر سے، انسان کا دل نفور
پالتے ہیں راہ، ذہن میں، جرم و شر و فجور

اسباب کی خطا ہے، کسی کی خطا نہیں
جز عفو عام، اور کوئی راستا نہیں

اے دوست، ذوقِ مہر ہے بنیادِ قلبِ شاد
 دل کا ورم، دماغ کا سرطان ہے عناد
 فالجِ نظر کا، عقل کا طاعون ہے فساد
 اپنے غضب سے جنگ ہے، سب بڑا جہاد

لاکھوں میں بے نظیر، کروڑوں میں فرد ہے
 جو مسکرائے طیش میں، بے شک وہ مرد ہے

سہن میں ڈوبتی رہے، نگاہِ کرم ہر شعاع
آندھی کو باندھتا ہے، لگاؤٹ کا ایک تار
پن میں، سرِ غرور، جھکاتا ہے انکار
پتھر میں تیرتی ہے، محبت کی نریم دھار

دشمن کی سمت، ایک زرا مسکرا کے دیکھ
اس حربہ لطیف کو بھی آزما کے دیکھ

جھکتا ہے قِتْنہ، عَفْو و تَرْحُّم کے سامنے
 گھٹتا ہے طَعْنہ، حُسْنِ تَکَلُّم کے سامنے
 ٹھمتا ہے شورِ جنگ، تَرْحُّم کے سامنے
 تلوار کا پتی ہے، تَبَشُّم کے سامنے

بدلے کی رَسم، دینِ وفا میں حَرَام ہے
 احسان، اک شریف ترین اِنْتِقَام ہے

قتل بھی ہو رہا ہو اگر، پیاس سے ہڈیاں
 پانی اُسے پلا کر یہی ہے رُہ کمال
 دشمن بھی لڑھکھڑائے اگر، دُر کر، سنبھال
 حق کے بھی مُنہ پہ کوئی، تو ماسکتے پہ نہ ڈال

دل کی سپر پہ، غیبت کا ہر وار روک لے
 تارِ نگاہِ نطف پہ، تلوار روک لے

ہاں ، قسقہ جبینِ متمدن ہے آشتی
 تجھ کو ، ہر ایک موڑ پہ ، رہنا ہے آدمی
 دور اپنی اصل سے کوئی ہوتا نہیں کبھی
 یہ ، نطقِ دین و قوم کی باتیں ہیں بعد کی

تو سب سے پیش تر ، فقط انساں ہے ، یہ نہ بھول
 انساں کے بعد ، گنہگار مسلمان ہے ، یہ نہ بھول

انسان اگر ہے شیوہ ہنرک و دومی کو چھوڑ
 انسان کشی کی آرمیں ہاں، خود کشی کو چھوڑ
 انسان اختلاط خفنی و جلی کو چھوڑ
 نسیم شہانست مصلحت زندگی کو چھوڑ

باہین آرزو پہ نہ گرم خروش ہو
 است باغنی مصلحت قدرست، نموش ہو

فرش زمیں سے ، تا بشر یا و بہر و ماہ
ہستی ہے ، ایک وحدت کا ہل کی بارگاہ
عنایت بشر میں نہیں دخل ، شتباہ
غیرت ، ایک وہم کا بت ہے ، خدا گواہ

کوئین ، ایک مؤربث اعلیٰ کی آل ہے
تقسیم خون حضرتِ انساں ، محال ہے

مُلکوں کے درمیاں ہیں جو یہ بحر و کوہ سار
 یہ بُعد ہائے تفرقہ انداز و قسٹ کار
 یہ اختلافِ لہجہ و خال و خد و شعار
 یہ رنگ و نسل و دین و زبان و در و دیار

یہ سب کے سب، نقوشِ اخوت کو چاٹ کر
 اترارے ہیں، ہشتہِ اخلاص کا ٹکر

ماں باپ سے بچھڑ کے، بفرمان روزگار
بیٹے، زمین پہ پھیل گئے، بھرکار و بار
یوں، فاصلوں کی پشت پر، آخر، ہوئے سوار
پیدا ہوا، نظام اخوت میں انتشار

وہ سُنْبُلِ حَرَم . یہ کُلِّ دیر ہو گئے
الْقَصَّة، یوں چھٹے کہ بہم غیر ہو گئے

غیبت نے پارہ پارہ کیا جیبِ یاد کو
دُوری کے بوٹروں نے ہوا دی ہنسا کو
خطوں کی سڑکوں نے اُبھارا فساد کو
نہروں کی ناگنوں نے ڈسا اتحاد کو

سُرکٹ گئے، حیات گراں گوشس ہو گئی
ماں باپ کی زباں فراموشس ہو گئی

اُونچے پہاڑ، سامنے آ آ کے ڈٹ گئے
پھیلے ہوئے خلوص کے دامن سمٹ گئے
حُبِ وطن کے ناگ، دلوں سے لپٹ گئے
سینے تمام، گزرِ کدورت سے اٹ گئے

جتنے تھے کوہِ مہر و وفا، کاہ ہو گئے
بشتے ہوئے دراز تو کوتاہ ہو گئے

اَب ، بھائی ہے کہ بھائی کو پہچانتا نہیں
ہم ، بھائی بھائی ہیں ، یہ کوئی جانتا نہیں
اک دوسرے کو، دوست بھی گر دانتا نہیں
سب ، ایک کو کھ سے ہیں ، کوئی مانتا نہیں

اے بابِ آشتی ، ہمہ تن ، جنگ ہو گئے
ہم ، جس قدر وسیع ہوئے ، تنگ ہو گئے

اے دوست، دشمنی کا یہ بیوہ ہر مہا کُجا
یہ نسل و دین و رنگ پہ تکرار مہا کُجا
یہ گفتگو میں، تیغ کی جھٹکا مہا کُجا
خود اپنے ہی گلے پہ یہ تلو مہا کُجا

کب تک نہ باز آئے گا، ناداں، جنوں سے
کب تک رنگے گاہات، خود اپنے ہی خون سے

تفریق جو سہکھائے ، وہ تارِ سخن پہاڑ سے
 جغرافیہ کا محبسِ دیریں اُچار سے
 نقشوں کی ، ہمیشہ دارِ کپریں ہکاڑ سے
 ایمان اور کُفر کو ، دامن سے جھاڑ سے

لِللّٰہ ، اِفْتِرَاقِ کا دَرِ واژہ بند کر
 اُٹھ ، اور ہوائے وحدتِ اِنساں بلند کر

جو کچھ بھی اس زمین پہ ہے، خوب ہو کہ زشت
 آئس و لعل و گوہر و مرجان و سنگ و شست
 کاشی و دریر و خانقہ و کعبہ و گنبد و گنبد
 ارض و سما و شمس و قمر، کوثر و بہشت

سنکی تری نسیم، تو یہ کارواں چر
 یہ سب، تری تلاش میں ہیں، تو کہاں چلا

رنگ و مزاج و سیرت و ملک و زبان و دیں
 ان سب سے، افضل نوح بشر کو، غرض نہیں
 ہاں، فحور کرنے ذہن سے، یہ گنستا مہبیں
 یہ ”میں“ کا لفظ ہے جو ترسب پر ہم نشین

تیرا نہیں ہے صرف یہ دم خم لیے ہوئے
 یہ ”میں“ تو دوش پر ہے دو عالم لیے ہوئے

منزل تری ہے، واری گنگ و جمن سے دور
 پنجاب و کشمیر و بہار و دکن سے دور
 پاپا و پیر و مولوی و برہمن سے دور
 دین و رسوم و نسل و زبان و وطن سے دور

تیرا وجود، فخرِ نظامِ حیات ہے
 تو۔ محض ایک ذات نہیں، کائنات ہے!!

مُوجِد و مُفَكِّر

(۱)

موجِد

مُسکرا کر جب بُوئی طالعِ تَمُشَن کی سحر
جنگلوں سے شہر کی جانب، مڑی فکرِ بشر
رسمسائی آرٹوئے بام، چونکہ ذوقِ در
ہشتِ خاک تار سے، اُگنے لگے شمس و قمر

خوش، حُسنِ زمیں، یوں، ناز سے، پکنے لگا
داب کر داشتوں میں اُنکلی، آسماں شکنے لگا

ہر اشارے کو، صدا بن کر، بکھڑنا آگیا
 پھر صدا کو، لفظ میں ڈھل کر، سنورنا آگیا
 لفظ کو، آہنگِ نو پا کر، ابھڑنا آگیا
 خاکِ صافیت کو، بالآخر، بات کرنا آگیا

لبِ پلے تو، کشتیاں چلنے لگیں اعجاز کی
 فکرِ انساں کو، سواری مل گئی آواز کی

سَفَرِ رَاحِ مَہِ تَرَشی، مَہِ نَگِ سَکِ شَہِری
 زِوشَنی کِ مَوَجِ نَے، اُس مَہِ نَگِ مِیلا فِشِ حُتی
 تَہِ پِ افِشاں، جِروں فِشِ مِیلا فِشِ کِ رَہِی
 مَشَعَلِیں یوں جَگِ مَکِا مِیلا فِشِ سَہِ چَہِی

سَازِ شَہِ سَے، نَہِ مَہِ بَائے نَہِ مَہِ پَیڈِ بَوٹِے
 بَہِ مِیاں مَڑِے نَگِیں، بَکِیوں مِیلا فِشِ پَیڈِ بَوٹِے

آرزوئے خانہ آرائی کی شمعیں جل اٹھیں
 گنہگار، صنعت نو خیز نے، آنکھیں ملیں
 جفک تعمیر نے، بیروتی قبائے ماہ و طیس
 سر پہ رکھ کر گنبدوں کے قمقمے، ناچتی رہیں

سنگ ریزے، ناز سے ہلکے، منارے بن گئے
 کروٹیں، ذروں نے کچھ لپٹ لیں کہ تارے بن گئے

مُنشَر افراد کو، مہل جُل کے، رہنا آگیا
 آدمی کو، این و آں کی آچ، سُبہنا آگیا
 حجلہ احساس میں، پھولوں کا گہنا آگیا
 وقت کے دھارے کو، پائتہ ترتیب بہنا آگیا

نار سے، رُنف لطافت کی گزہ کھلنے لگی
 پھول کے کاٹھے پر، رُوح گل ہستاں سُٹنے لگی

سر جھکایا جہل نے پھر، علم کے دربار میں
 دائرے بننے لگے، جنبش ہوئی پرکار میں
 آگئی روح نبوت، معرضِ گفتار میں
 سبزہ آیات لہکا، گلشنِ انوار میں

اور جب اُس سبزے میں، دریا کی روانی آگئی
 نوعِ انساں کی مسیں بھیگیں، جوانی آگئی

پھر بڑھی، دُنیا کو سر کرنے، حیاتِ نو جو اں
بدہ بار و مشک ریز و مہر ریز و مہ چکاں
پرفشاں، جُشیاں، جہاں، لہزاں، رُشاں، غلطاں، دواں
نغمہ خواں، شاداں، خراماں، وقت راں، جولاں، تپاں

پتھروں کو پستی، شیشیوں کو پگھلاتی ہوئی
کارخانوں کے دھوئیں میں، پیچ و خم کھاتی ہوئی

سُشڪ وٽر ڪو جاڻي ٿي ، اُڙس و سَما ڪو ڪهاڻي ٿي
 صُبح ڪو ، مُڪھڙا ڊکھائي ، شام ڪو ، مُنھڙا ڏھائي ٿي
 لُٺھائي ، پُٺھائي ، لَپھائي ، ڪاڻي ٿي
 ڏوڙي ، بڙھي ، جھٽي ، ڏنڌائي ، ٻاڻي ٿي

بَريٽ تڪرارِ شَھيڌا سَت — پَر ڪاڻي ھوئي
 مَوت ڪو ٺيڇا ڊکھاکر ، تازَ فرمائي ھوئي

ناز سے ، بَرَز و مَکَاں بِن کَر ، زماں گانے لگا
چمنیوں میں ، کارخانوں کا دُھواں گانے لگا
زمنے چھوڑے زمیں نے ، آسماں گانے لگا
طاہیروں کا ذکر کیا ، خور آشیاں گانے لگا

خوفلے ، تَوَعِ بَشَر کے ، ناز فرمانے لگے
بات باندھے ، آب و آتش کے خواص آنے لگے

ساعۃتوں کو، کوک بھرتے ہی، روائی ہل گئی
 ہر دقیقے کو، منتظم پریشانی، ہل گئی
 گنگ لمحوں کو، گجر کی نعمۂ خوانی ہل گئی
 عمر کے سونے کو، بوسے کی کمائی ہل گئی

سوپوں کی رد میں، لمحوں کو چھکنا آگیا
 وقت کو، مخرابِ آہن میں ٹھکنا آگیا

لہ گھڑی کی ایجاب

دیدہ و رخسار^۱، اور گوش و زباں کے درمیان
 فاصلوں کی چھٹ گلیں نہیں ہیں۔ پس بعد مرکاں
 ایک دریائے ہم آغوش ہوا گویا رواں
 آگیا کھینچ کر، بالآخر، ایک مرکز پر جہاں

اور، یوں آواز، گرم قطع منزل ہو گئی
 عکس کو بھی، ثبوت پرواز حاصل ہو گئی

۱۔ لی دی ژن اور لے لی فون

ایک کڑوٹ لی پھر ایسی عالم ایجاد نے
 برف نپکی، سرد کا ندرھے پر، شرارے لادنے
 ٹوپیاں بدلے، بصد اخلاص، برق و باد نے
 موم کی گردن میں، ہاتھیں ڈال دیں تو لادنے

جنگِ جواہرِ ادا میں، عہدِ مدارا ہو گیا
 درمیانِ جام و سنداں، بھائی چارا ہو گیا

لے رت ری جبرِ شیرِ غیرہ

شعلگی کے نقطہ ہائے شور تک، اگلے گئے
 سطحِ بنیامی پہ، تاروں کے گہر رولے گئے
 انجم و ذرات کے بندِ قبا کھولے گئے
 سانے تک ناپے گئے، اور عکس تک تولے گئے

غرشِ تک، فرشِ مہیں کی ہمستِ عالی گئی
 شعلہ و شبِ نغم میں، بلِ دے کر، گزرہ ڈالی گئی

لہ اہلِ اردو کا تصرف

ذوقِ بکھرا، اہکِ شانی بامِ و درِ بننے لگے
 سنگِ ریزے آپنے، قطرے گہرِ بننے لگے
 بَرَقِ پارے، مَرِّخِ بائے نامہ برِ بننے لگے
 آہنی اعصاب، ڈھل کر، بالِ و پرِ بننے لگے

زندگی، اوجِ ثریا کی طَرف — جانے لگی
 قَلبِ آنجم کے، دھڑکنے کی صدا آنے لگی

لے لاسہکی لے طیارہ

کہکشاں جھمکی، نظر چھونے لگی افلاک کو
 فکر، برمانے لگی، اجرام حیرت ناک کو
 اور پھر، گیتی کی جانب، موڑ کر ادراک کو
 آدمی، گننے لگا، ضربات نبض خاک کو

ذہن کی میزان میں، تابا باتیاں ٹلنے لگیں
 چادرِ ارض و سما کی سلوٹیں گھلنے لگیں

ۛۛۛ علم نجوم ۛۛۛ علم طبقات الارض

پھر، زمیں کی سمت موڑی، یوں کدالوں نے عیناں
ازمن کے طبقات کو، آنے لگیں آنکڑائیاں
غرفہ ہائے خاک سے، جھانکے بتانِ پاستاں
بند یوں نے، اپنے جسموں کی سنائی داستاں

تنگ غاروں میں، ہوا آنے لگی، پوچھٹ گئی
خفگانِ خاک کے سر سے، دلائی ہٹ گئی

۱۰ آثارِ شہدیم۔

مُردہ غاروں سے بسلا طین کھن پیدا ہوئے
 نیم جاں ریشیوں سے، ماضی کے چمن پیدا ہوئے
 بُت کدوں نے آنکھ کھولی، برہمن پیدا ہوئے
 غارِ خس کی کوکھ سے، گل پیرِ من پیدا ہوئے

مُردہ پروانوں نے، آہِ سَرد بھر کر، بات کی
 کُشتہ شمعوں نے، سُنائیں داستانیں، رات کی

گونج اُٹھی، الفاظ سے، گونگے پہاڑوں کی زباں
 بول اُٹھیں، سنگِ فارا کی، مَرْتَبِ دھاریاں
 نغمہ تارِ یخ سے، بجنے لگیں خاموشیاں
 رستِ جگوں کے حُشَن کا، نکلا چٹانوں سے دھواں

نَقَبِ ہر ذرے پر اکس پھولوں کا ڈیرا ہو گیا
 شامِ زیرِ ارض میں گویا سویرا ہو گیا

لے پُٹانوں کی پرتیں صدیوں کی تاریخ ہیں

خاک میں جوہل چکے تھے، ساقی نے آنے لگے
مُطربانِ شیمہ ہائے پاستناں گانے لگے
مُل رُخانِ دُورِ پیشِیں ہاں بکھرنے لگے
خستہ ماہِ دسال، اک اک پوچھنے لگے

چادرِ ذوقِ شجسس میں، رُفوا کرنے لگے
دُور ہائے سنگ و آہن گفتگو کرنے لگے

دِیدہٗ بیدار کے مانند، کانیں کھل گئیں
گردنِ تارِ سخن کی سبب پسماں کھل گئیں
شکِ در کے آبگینوں کی دکانیں کھل گئیں
عصرِ ہائے مہرِ بر لب کی، زبانیں کھل گئیں

بڑھ گئے کچھ اور پردے، آگہی کے سار میں
سن بتایا خاک نے اپنا، تھکی آواز میں

سینہ آہن میں چٹکا، ٹخنہ سیفِ دقلم
 گنمناے بسترِ ذراست پر دیر و حرم
 رسمسایا نیستیاں میں، زمرموں کا زیر و بم
 کروٹیں لینے لگے، پتھر میں، بے ترشے صنم

زمر میں، گنگن کی تمنا، چٹکیاں لینے لگی
 رت کی لٹ، خنجرِ آبِ حیات کو صدا دینے لگی

دامنِ فولاد، تشریفِ کتاں بننے لگا
 زہر کا افسردہ، آبِ جاوداں بننے لگا
 شیشہ یوں پگھلا، تحریرِ پرنیاں بننے لگا
 شنگِ یوں تر شا کہ رخسارِ بتاں بننے لگا

بوتلیں جھمکیں، نقابِ اکھٹی عذارِ حور سے
 ہنستِ چنگِ درنگ جھانکی غرقہٗ انگور سے

ہمارے پر مضراب تھڑائی ، فضا پر راگتی
 تار کی پھوٹی کھرن ، انداز کی پٹکی کلی
 چھائی عشوؤں کی گھٹا ، چھٹکی آدا کی چاندنی
 دل رُباؤں نے ملیں آنکھیں ، دلوں سے لو اٹھی

لرزشِ ہرگاں ، جُنوں کی کشتیاں کھینے لگی
 چبھ گئے نشرِ رگِ بستی لہو دینے لگی

لے جالیاں شعور کی بیداری

شہرم سے، ہر گاہِ خزاں کو جھپکنا آگیا
 زاگنی کی آنچ پر، آہوں کو پکنا آگیا
 بیشہ اڑی، تو موجِ باران کو تھپکنا آگیا
 ولولوں پر، رَس کی بوئندوں کو پکنا آگیا

شستہ نظروں کی زبانی، حُسن کو چمکنے لگیں
 قوسِ مستی پر، تمنائیں قدم رکھنے لگیں

جاگ اٹھا، گردنوں کے حرقہ خم میں بانگین
 پچسٹ پڑی، شاداب کھڑوں پر قیامت کی کچن
 بن گیا ہر مرد پیکر، اک مہکتا کپڑا بن
 موشیے کی طرح سچکے، تازہ تلیوں کے بدن

بند ٹوٹے، شرفہ ہائے سیم و زر کھلنے لگے
 آنکھیں اٹھیں، تو بے خالوں کے در کھلنے لگے

نگرہیں بیمار کو ، طرزِ تکلم آگیا
 وہ تکلم جس سے ، ہونٹوں پر تبسم آگیا
 وہ تبسم ، جو لیے موجِ ترنم آگیا
 وہ ترنم ، جس سے ، دنیا میں تلاطم آگیا

وہ تلاطم ، خون میں ، جس سے ، روانی آگئی
 وہ روانی ، باڑھ پر ، جس سے ، جوانی نکلی

نوحِ انساں میں، بتدریج، آدمیت آگئی
 وضع میں شاپستگی، دل میں شرافت آگئی
 بات میں دل جوئی، آنکھوں میں مروت آگئی
 رُوحِ فرسا اجنبیت میں، اخوت آگئی

شعلہ ہائے غم گساری کو سمٹ کر کٹا گیا
 دل کو، اوروں کی مصیبت پر، دھڑکنا آگیا

مؤجدوں نے جیب میں بھر کر، قوائے کائنات
 پر تو ایسا دسے، دم کا دیا روئے حیات
 ایک اک قطرے سے چھپٹے، برق کے صدائکات
 ایک اک ذرے سے چھپے، مہر کے لاکھوں ہنات

ایک اک گوشے سے، پھندا درجہاں پیدا کیے
 کافی کے ریشوں سے، کتنے گلستاں پیدا کیے

واہ، کیا احسان ہے، اقطابِ ایجادات کا
 ایک دریا بہ رہا ہے طرۂ مصنوعات کا
 جگمگا اٹھا ہے، دن کی طرح، نگہ رات کا
 جنم آہن میں دواں ہے خونِ احساسات کا

یوں، اُسفوں نے جُڑو خاک، اپنا پسینا کر دیا
 دھات کے آلات کو، واہ و بدینا کر دیا

لے تشغیل کے آہات

جو، دُھرا ایجاد کرنے میں بُرائی کا کام باب
 عظمتیں غلطاں ہیں، اُس کے گرد بے حد وحش
 گھومنے پھینے کی ہر گردش بے فیض اضطراب
 جیب میں ڈالے ہوئے ہے، سوطوں کا ثواب

ہاں، دُھرا، اکِ ممکنات ہے، زلزلوں کے درمیاں
 ایک نفسِ مٹھپن ہے، ولولوں کے درمیاں

منوہدانِ ذی ششم ہیں، مُہمانِ آدمی
 ان کی بے تابی پہ قائم ہے سکونِ ہندگی
 ان کے روئے جُستجو پر، جھلکیاں ہیں غیب کی
 ان کے ماتھے ہیں، نہیں اُٹھتے جو سجدوں سے کبھی

ان میں سے، ہر فرد، اویسِ قرنی و حلاج ہے
 سرکا، زالو تک پہنچ جانا، یہاں معراج ہے

ان کے آگے، مومنوں کی سختیاں ہیں شرم سار
 کھیتے رہتے ہیں یہ، وحشی عناصر کا شکار
 ہاں، انہیں کے جذبہٴ ایشا سے، با صد وقار
 ہم ہیں، آب و خاک کے آقا، ہوا کے شہرماہ

رُعب ہے اپنا مُسلط، کشورِ اُصدا پر
 کاٹھیاں رکھی ہوئی ہیں، پشتِ برق و بار

اِن کے حَسَبِ آرزو، مَنظُوفِ بَنِ جانک ہے ظُرفِ
 قَطْرہ بنتا ہے بَحوَبہ، ذَرَّہ بنتا ہے شِکَرِ نَف
 اَکِ بَنِ جاتی ہے پانی، بَرَقِ بَنِ جاتی ہے بَرَقِ
 اِن کے دَم سے دُورِ تابا ہے، ہِشْتہ آہن پہ حَرَفِ

بِلِ بَکَلِ جاتے ہیں اِن سے، چَرِخِ کُجِ رَفتارِ کِ
 یہ ثَوَابِ تِ کے گِروہِ ہیں، دِلِوِ تَاسِ سَیَّارِ کِ

نے لے لی گراف

کوئی، ان میں، خود نوازی کے لیے کوشاں نہیں
 صرف، ایک خدمت کی دھن ہے، دُورِ اَرماں نہیں
 مانگ کھائیں کچھ عبادت سے، یہ وہ انسان نہیں
 یہ، خدا، یا آدمی سے، اجر کے خواہاں نہیں

خوف، دوزخ کا، نہ جنت کا ایمیں ارمان ہے
 خدمت، ان کا دین ہے، ذوقِ وفا، ایمان ہے

مفکر

دل کو لیکن سخت استعجاب ہے، اُسے ہم نشین
 اُسے احسانات پر بھی، یہ عجیبانِ مہیب
 بٹ نہ پائے زیرِ سقفِ آسمان، سدرِ ریش
 اور لٹا اور، آفتاب کے نقطے تک میں نہیں

نام ان کا، دہر کے مہر نشینوں میں نہیں
 یہ سفینوں میں تو ہیں موزوں، سپینوں میں نہیں

یہ نبطا ہر ہے، بڑی احساں فراموشی کہ ہم
 ٹھوکر دیں ذہن سے، آدابِ خدمت کے کرم
 زلفِ نفیات کے سلجھائے لیکن کون خم
 یاد رہتے ہیں بشر کو صرف وہ اہلِ ہم

موڑ کر ذہن بشر کو بوسٹالوں کی طرف
 جواڑا تے ہیں زمیں کو، آسمانوں کی طرف

طبع انسانی کو دے سکتا نہیں جو روشنی
نوع انسانی کا وہ آقا نہیں بنتا کبھی
آدمی کو، جو غذا دیتا نہیں اور اس کی
اُمّتوں کا مُقتدا بنتا نہیں وہ آدمی

قبلہ گاہ، اُس شخص کو انساں بنا سکتا نہیں
زہن انسانی کو جو آگے بڑھا سکتا نہیں

بے شک، ایجادات و مصنوعات کی تابندگی
خاک پر برسائی جی ہے، بے نہایت، روشنی
روشنی بھی وہ کہ جس سے، وجود میں ہے زندگی
معنوی خدمت کی، لیکن، بات ہے کچھ اور ہی

گھر کو جو چمکائے، وہ شمع شبستاں اور ہے
دل کو جو رخشندہ کر دے، وہ چراغاں اور ہے

یوں، قضائے زیست پر ہے، ذہن کا ہل کا ہلال
بمصر کے بازار میں جس طرح، یوسف کا جمال
عقل، اگر گھل ہو، تو شمع کشتہ ہے، ماضی و حال
لاش ہے انسان، اگر چلتی نہیں تبص خیاں

دار و درماں سے، مردوں کو چلانا اور رہنے
زندہ انسانوں کو، قبروں سے اٹھانا اور رہنے

افسر و اورنگ و نعل و گوہر و چتر و قصور
 بارگاہ و خیمہ و خرگاہ و طاؤس و بخور
 جامہ مقش و قریش و مرمرو جام بلور
 بیچ ہیں یہ سب کے سب، پیار ہے جب تک شکر

بوستانِ آب و گل کی آبِ یاری اور ہے
 جس سے ٹپکے فکر، وہ بادِ بہاری اور ہے

ثَبَاتٌ وَسَبَّارٌ كَا، قَبْضَةٌ مِیْن لَانَا ادر هے
 عِلَّتٌ وَمَعْلُولٌ بِرٍ، نَظَرٌ جَمَانَا ادر هے
 نَخْلٌ تَنُّ كُو، سَرُّو كَا هَم قَدَرِنَا ادر هے
 قَامَتِ فِكْرٌ وَتَخَيُّلٌ كَا بَرُھَانَا ادر هے

گیتی و گردوں کی پہنائی پہ چھا جانا ہے اور
 اس گھٹے جنگل میں، خود اپنے کو پا جاتا ہے اور

کاہ کی رگ میں، جو دوڑاتا ہے، خون کھکشاں
کھولتا ہے، خار کے دل میں، جو بابِ گلستاں
شہِ رگوں میں، گونجتی رہتی ہے، جس کی داستاں
نعرہ بنتا ہے، اُسی کا نام، زیرِ استماں

ماتِ قیامت، حافظے میں جگمگاتا ہے وہی
بہشتِ تیغِ اجل پر مُکراتا ہے وہی

جو، عمل کے طاق میں رکھنا ہے تمنع اعتدال
 ڈالتا ہے، خنجرِ برّاں پہ جو عکسِ ہلال
 بخشتا ہے عارضِ احساں کو جو غدّو خاں
 جس کے دم سے، سانس لینا، سیکھ جاتا ہے خیاں

ناپختی ہے، لیلیٰ آفاق، جس کے سناں پر
 مسئلے پکتے ہیں، جس کے شعلہ آواز پر

نصب کرتا ہے ، دلوں میں جو حقائق کے خیم
 بے زباں انسانیت کو ، جو سکھاتا ہے کلام
 بخشتا ہے ، جسمِ حکمت کو جو اعصابی نظام
 اک قوی برہان بنا جاتا ہے جس کا صرف نام

جوڑ دیتا ہے جو ٹوٹی ٹپڑیاں تختہ پل کی
 جس کی سانس آواز ہوتی ہے پر جہیل کی

جس سے تنہائی میں، روحِ این وَاں کرتی ہے بات
 ٹوٹتے ہیں جس کی ضربِ نطق سے رات و رات
 جس کا ناخن، کھوتا ہے، سحرِ رُداست و حشرات
 جس سے بنتا ہے تسمیر، ایک چشمِ ذی حیات

جس کے آگے، مژدہ بھری آنکھوں میں، لے لوں بوند
 زلفِ کرتی ہے زمیں، گھونگٹ کے پٹا کھوسے ہنس

ڈھالتا ہے جو نئے سناپچوں میں، اپنی جہاں
 جو، عمل کے کالبد میں، نفع کرتا ہے رواں
 بخشتا ہے جو، تمام مل کے بدن کو استخوان
 تو تلے افکار، ہو جاتے ہیں جس سے، نغمہ خواں

جو عطا کرتا ہے گلِ دستے، خس و خاشاک کو
 جو سکھاتا ہے، خرامِ ناز، طفلِ خاک کو

کھولتی ہے باب گردوں، جس کے لفظوں کی ہلک
جس کے حرفِ رُشد کی انگڑائی بنتی ہے دھنک
سیکڑوں، ذی ہوش انسانوں کو، وقتِ مرگ تک
ہر نفس، آتی ہے اپنی سانس سے، جس کی ہلک

انشراحِ صدر کی بھنڈی لگا کر پاؤں میں
بیٹھتی ہے نہ زندگی، جس کی نظر کی چھاؤں میں

جس کے ہونٹوں پر نہچ ڈر، ٹھرخنی درِ عدل
 جس کے لفظوں میں، گندھے ہوئے ہیں لاکھوں باپن
 جس کی موج گفتگو میں، سانس لیتے ہیں چمن
 جس کے لہجے سے، دلوں میں اچھوٹ جاتی ہے کرن

روشنی بھرتا ہے جو اخلاق کے قانون میں
 جس کے فقرے دوڑتے ہیں، آدمی کے خون میں

اغترال و ضبط کا ، قیام جو کرتا ہے ، وقار
 عاقبت و مشیت خزاں میں پرستار
 بخشش سے ، پھر و سیرت جو نقش و نگار
 معنوی آبا کے نسب ل میں ، وہ پرتا ہے شہار

بارشیں قرون کی ، اُس کا قصہ دھا سکتی نہیں
 آندھیاں ، اُس کے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

اناء اور زندگی و موت

(اناء)

ہاں انا ہے وہ دہیرِ نفس و دارائے حیات
شورِ جس کا گرمِ دن، گلِ بانگِ جس کی ہنردرات
جس پہ مہنیِ جذبہِ حفظِ حیات و حبِ ذات
آہِ زہیں، گہا آستماں جس کی جلو میں کائنات

کچھ، اسی کے بانگین سے ہے، کلاہِ زندگی
یہ، رسولِ ذہنِ انساں ہے، الہِ زندگی

یہ انا دے دے قدم، جوڑ لگاسکتا نہیں!
جس میں، استہنا کے ہاتھوں جھول آسکتا نہیں
یہ، کسی طوفان کو، خطرے میں لاسکتا نہیں
یہ، چراغِ داوری ہے، چھلا سکتا نہیں

یہ، دلوں کی آبِ رو، یہ دلوں کی جان ہے
رِخْلِ نَفْسِ آزمی پر، یہ انا، قرآن ہے

آدمی ہو، اور اپنی ذات پر، چسپاں نہ ہوں!
 زندگی، در پہنی عنایت پر، اُلٹے آئیں!!
 یہ تو ممکن ہے کہ انسان توڑ دے جیل میں
 شہر تک، لیکن، انا سے بات اٹھا سکتا نہیں

یہ انا ہی تو، محافط ہے، بشر کی جان کا
 یہ نہ ہو تو، دم نکل جائے، غریب انسان کا

خدومتِ احباب و مملکت و دوستان و اقربا،
 جور و خلق و رحم و عشق و نفرت و بیم ورجا
 شفقت و قربانی و اخلاص و ایثار و سخا
 سببِ دین، سببِ عقیقی، سببِ حق، سببِ خدا

جزر و مندر، یہ سب کے سب ہیں، جوئے احساسات کے
 کتنے لا تعداد درخش ہیں، ایک سبب ذات کے!

ثَبَّتْ ، ہر انسان کے دل پر ہے ، یہ مہر خیال
 میں ہوں صَدْرِ عِلْمِ وَ بَدْرِ عَقْلِ وَ سُلْطَانِ حِجَالِ
 مُعْتَبَر ہے صرف میرا فِعْل ، میرا اِنْفِعَال
 مجھ سے بڑھ جائے ، یہ کس میں ، تب یہ کس کی مجال

ذاتِ میری ، اِفْتِحَارِ مہر و نازِ ماہ ہے
 مجھ سے برتر ہے کوئی ۔ تو کون ؟ خیر ۔ اللہ ہے

قابلِ برداشت، جب زمناں نہیں درِ حیات
 ڈھونڈتی ہے تلہدا ہٹ، ٹہر میں، راہِ نجات
 اس غم سے، عقلِ انسانی میں آتی ہے یہ بات
 اربکا ب خودکشی تک ہے جُنوں حُبِ ذات

آدمی جیتا ہے، ساز و برگِ عشرت کے لئے
 اور مَرِتا بھی ہے تو دفعِ اذیت کے لئے

شاد رہے ہو، ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
 شہرِ حجاب گھس رہے ہو، ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
 تیار ہوئے ہیں، ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
 جیتے ہیں، سوئے ہیں، ہے تو اپنی خوشی کے واسطے

کچھ رکھتے ہیں فقط اپنے ہی مرغوبات سے
 کس قدر، انسان کو بے عشق، اپنی ذات سے

سوختے تھے ذوقِ ارض و سہا پچھتی تھیں
 زیرِ محرابِ نماز، میرے ہو کچھ کچھ نہیں
 مجھ سے کٹ نہیں آئے تو انبیاء کچھ تو نہیں
 رشتہ مجھ سے توڑ ڈالے، تو خدا کچھ نہیں

جہانِ اسان پہنچیں، محبوبِ آب و گل ہوں میں
 سب ہیں اعضاء، سینہ فروش زمیں کو اس ہوں میں

میں، جمالِ وادیِ اَیْمَن، غزالِ کوہِ قاف
 قلبِ میرا، قدسیوں کی بارگاہِ اعتکاف
 اَنفُسِ و آفاق، میرے گہر، سرگرمِ طواف
 نامنہ اعمالِ میرا، عینِ کعبے کا غلاف

خاکِ پر، مجھ سا، ادا سنجِ قضا کوئی نہیں
 اس کُڑے پر، حرفِ میں ہوں، دوسرا کوئی نہیں

میں، دلِ عرشِ بریں ہوں، دیدہٴ فرشتہٴ مہیں
باں، مری تخیل کے باہر نہ دنیا ہے، نہ دیں
مجد کو، اس آئینہٴ خاں نے میں، برستِ عالمیں
اُس نے چہرے کے ہوا، کچھ بھی نظر آتا نہیں

میں، حقایق کی زباں ہوں، داستاں ہے کائنات
کارواں میں ہوں، غبارِ کارواں ہے کائنات

یہ عجب دُھن ہے کہ ہر فردِ بشر کے رُوپر
 صرف اپنا مَدعا ہے، صرف اپنی آرزو
 صرف اپن کر و قریبے، صرف اپنی آبارد
 صرف اپنا ذکر، اپنی فکر، اپنی گفتگو

کان دھرتا ہی نہیں کوئی، کسی کی بات پر
 کس قدر ٹھلوٹ ہے انسان اپنی ذات پر

نِیلَم وِیا قُوَت وِ مَر دِا رِ پِ دِ اَل ماس وِ تَکِیں
 لالَ وِ شَم شاد وِ سَرِین وِ چِنار وِ یاسَمیں
 سُبْحَہ وِ زَنار وِ خَیْطِ اَبِیض وِ حَبِلِ مَتِیں
 سَب ہِیں مَہِل، جَب کَلے مِیں، سانس کا ڈور اُٹھیں

صَرف مِیرا اک کھلونا ہے، جہاں کچھ بھی نہیں
 مِیں نہیں تو یہ زمیں، یہ آسماں کچھ بھی نہیں

خَوّاهِ کتنی برہمی ہو، خَوّاهِ کتنی اُبتری
خَوّاهِ کتنا ہی بھنبوڑیں، گرِ دِشیں اَفلاک کی
خَوّاهِ کتنی ہی بلاؤں میں گھری ہو زندگی
پھر بھی، چینی کی رِعائیں مانگتا ہے آدمی

شہرِ شہر اتا، تلہلاتا، پلہلاتا ہے بشر
زندگی کو، پھر بھی سنے سے لگاتا ہے بشر

(زندگی)

اُغمہ بر لب ، جام بر کف ، گل بداماں زندگی
قوس طَرفِ کوه و مخرابِ خستہاں زندگی
جولے رنگ و چشمہ آبِ پیراغاں زندگی
مَوجِ رقص و دجلہ آہنگ و الحانِ زندگی

مَوجِ سوزِ دل ہے ، اس کے شعلہ آواز میں
تخرف "کن" کے ، نغم ہلکورے ہیں ، اس کے ساز میں

زَندَگی، رَبطِ نِہانِ اِنْتِشار و اِنجِلاد
 اِستِحادِ بَرَف وَاغْکَر، اِرتِباطِ حَس و بَاد
 اِنضامِ خُشک و تر، آمیزشِ بَست و کُشاد
 بادِ طَبع و بادِ اَصْل و بَرَقِ نَسل و بَحرِ زاد

سَینۂ شَمِشِ پَرِیں، حُبِ کَلَوِے زَندَگی
 چاکِ کَے ہاتھوں میں، تَپِجِ رُفوسِے زَندَگی

زندگی، وحشی غناہر کا، مہذب شاہ کار
 ربطِ صبح و شام، ضبطِ ریگزار و جوئے بار
 اعتدالِ آب و آتش، امتزاجِ نور و نار
 خرمن و برقِ تپاں کا نقطہٴ بوس و کنار

ایک شکوہی ضمانت، امتزاجِ جنگ کی
 ایک تعمیری ہم آغوشی، بلور و سنگ کی

زندگی ، اُصدا کا پیمانِ لطف و اِتِّفاق
اک ہم آہنگی ، میانِ جذبِہ و وصل و فراق
ایک اُٹل میثاق ، مابینِ جمود و انشِفاق
خیر و شر کا صلح نامہ ، شمع و صرصر کا دِفاق

شبِ تم و خورشید کا عہدِ وفا ہے زندگی
دیکھیے تو بےست ، پرکھیے تو خدا ہے زندگی

تغفر سے ، تا سطح قلزم ، پر فشاں ہے زندگی
 دیر میں ناقوس ، کعبے میں اداں ہے زندگی
 پیوں پر شبِ نغم ، فضا پر کہکشاں ہے زندگی
 دانستار ، درواستار ، درواستار ہے زندگی

عرش سے ، تا فرش ، زلفِ ناز بکھرائے ہوئے
 فتحِ سیار و ثوابت کی قسم کھائے ہوئے

سحر خور، عیسیٰ نفس، معجز ادا، جاذب کلام
 بادہ رنگ و مہوش و بستاں لب و کوشہ خرام
 شیشہ بزم و سنگ عزم و لالہ سقف و ماہ بام
 قند حرف و گل ہزار و نمر و طبع و مے قوام

زندگی، سعی بلیغ، ارتقاء کا ناز ہے
 آب و آتش کی کرامت، خاک کا اعجاز ہے

دِن، تَرَنگِیں بختا ہے، رت، خوابِ شکرِیں
 صُبح، چٹکاتی ہے کرِیں، شام، زلفِ عنبرِیں
 تَبَس چٹکاتی ہے، دل میں، بُوچھ لائے یاسِیں
 سانس، چُنتی ہے، ثبائے آرزو کی آستیں

ایک نِعْمَت ہے، چمکتی، چہچہاتی زندگی
 سچولتی، سچلتی، سچکتی، لہلہاتی زندگی

زندگی جام و صراحی، مریخ زار و نسترن
 اک سجاوٹ، اک گھلاوٹ، اک لگاوٹ، اک پھین
 رقصِ طاووس و جمالِ صنّج و رنگِ نارون
 گلِ نفس، گلِ چہرہ، گلِ تو گلِ حبیب، گلِ پیرہن

رقصِ ابرو و نغمہ آبِ رواں ہے زندگی
 خاکِ بے آواز کے مٹھ میں، زباں ہے زندگی

گنگ اشاروں کو، صدا کی گود میں، پالے ہوئے
نطق سے، جس تکلم کی بلا، ٹالے ہوئے
مضطرب انفاس کو، الفاظ میں ڈھالے ہوئے
ہشتہ بادِ پرافشاں میں، گہرہ ڈالے ہوئے

لعلِ جوہرِ آفرین و کلبِ گوہرِ بار — ہے
زندگی، طنبورۂ افکار کی جھنکار — ہے

ہر نفس ، موتی پروتی ، پھول برسائی ہوئی
 خیمہ زربفت میں ، پازیب جھنکائی ہوئی
 مڑکیاں لپیتی ٹھٹھکتی ، ناچتی ، گاتی ہوئی
 دوڑتی ، بڑھتی ، ٹھٹھکتی ، جھومتی ، چھاتی ہوئی

اک سٹہری تان کی زنجیر، بل کھائی ہوئی
 ایک انگڑائی ، دھنک کے پل پہ لہرائی ہوئی

نمریچ سہرا، بر میں جوڑا، بات میں قند و نبات
چال میں گنگا کی ٹہریں، زلف میں برکھا کی رات
سائس میں بوئے سمن، لہجے میں عودِ سومنات
ہندگی، رنگوں کے سائے سے گزرتی اک برات

آنکھڑیوں میں، رست جگلوں کی راگنی گھولے ہوئے
بال بکھرائے ہوئے، بندر قبا گھولے ہوئے

زندگی، یوسف زلیخا، قیس لیلی، نل دمن
 عید کی فے، چودھویں کی رات، چوکتی کی دلہن
 اک کھنکھتی لب کشائی، ایک چمبھتا بانگپن
 رنگ ساگر، راک مندر روپ مالا، پھول بن

جس کی، قزلوں، حجلہ قدرت میں رکھوالی ہوئی
 بتلیوں کی رسماتی چھاؤں کی، پالی ہوئی

زندگی، با گیسری، سارنگ، دیپک، سونہی
بیت تراشی، رقص، موسیقی، خطابت، شاعری
پنکھڑی، تبتلی، صنوبر، ذوب، نسری، چاندنی
لاجوردی، ششربتی، دھانی، گللابی، چمپئی

زعفرانی، آسمانی، ارغوانی زندگی
لاجوردی، مدرہ بھری، کومل، سہانی زندگی

زندگی، مڑتے ہوئے پتوں پہ، بوٹروں کی گھٹک
 صبح سرما کی کرن، شام بہاراں کی دھنک
 بول۔ تتلی کی اڑان، آواز۔ کوندے کی لچک
 کوکتی برکھا میں، سارنگی کے تاروں کی لچک

شہر تن میں، پھول والوں کی گلی ہے زندگی
 گردن آفاق میں، چمپا کلی ہے زندگی

زندگی، فرماں روائے کشورِ دنیا و دیر
 موجدِ حرفِ خدا و رحمۃ اللعالمیں
 نوعِ انساں کے لئے، اے مہرمانِ دورِ پیا
 موت سے بڑھ کر، کوئی شے، قابلِ نفرت نہیں

زندگی تکریم ہے، توقیر ہے، تمکین ہے
 موت - شاہِ ارض کی، سب سے بڑی، توہین ہے

مَوْت

نامِ دُشستِ مَوْت سے، اٹھتا ہے، سینوں سے دُھواں
فَزَقِ مَسْتی پر، کڑک اٹھتی ہے، دُشست کی کُماں
ہیں یہ رکھ دیتا ہے خوفِ مَرگ، وہ بارگراں
بوسے لگتی ہیں، سبھی بے ندگی کی ہڈیاں

کوئی نِرمِ آواز، کوئی داستاں بجاتی نہیں
مَوْت یاد آجائے تو، راتوں کو نیند آتی نہیں

مَوْت، صَحْرَا، دَشْت، رِیْگِستان، بَن، بِہڑ، سَراب
 بے خُودی، دَحْشَت، شَقَاوَت، قَاہِرِی، اَدَمِشَت، عَذَاب
 خَوْف، اَز خُوْد رَفْتگی، بِمِکَا تَگی، غَیْبَت، اَحْجَاب
 اِیکِ حَسْرَت خِیز عَقْلَت، اِیکِ عَمْرِت ناک خَوَاب

اِیکِ ڈاِیْن، زِنْدَگی کی سَمْت مَنہ کھولے ہوئے
 اُسہیں اُلٹے ہوئے، تَبِیخِ دَوْرَم تو لے ہوئے

دَمِ قَضَرِ اَدَا وُ عَشْوَه وَا فَنُوں گَری
 نَاظِمِ تَابُوت وِ گُورِ شَمْعَتَه وِ پِترِ مُرَدَگی
 جَاذِبِ آدَا وِ اِحْسَا وِ خَوا وِ زَیَرِ کی
 سَالِبِ اَعْمَال وِ اَفْکَا ر وِ اُمید وِ آگَہی

حَجَرَه سَرَبَنْدِ مِیں اُس کے، ہوا آتی تھیں
 اُس کی رَوِ مِیں، دِل دھڑکنے کی صَدَا آتی تھیں

مَوْت ، خاموشی ، اُداسی ، بے نوائی ، بے حسی
 مَوْت ، سَتّانا ، اَندرِھیرا ، بے شعوری ، برہمی
 مَوْت ، تباہی کی ، تباہی ، تیرگی ، ترسندگی
 مَوْت ، آہوں کی خطابت ، آنسوؤں کی شاعری

شیر افگن بازوؤں کو بے سکت کرتی ہے مَوْت
 ماتمی باتوں کی شربوں پر نہرت کرتی ہے مَوْت

موت، کپڑوں کی نڈائے خستہ، قبروں کا ہشار
 استخوان سوز و نفس گیر و توانائی شکار
 جاں فگار و نطق دزد و روح کوب و جسم خوار
 اُس کی شامیں، نالہ جاں کاہ، صبحیں، سوگ دار

اُس کے دامِ سخت میں آکر، اکڑ جاتے ہیں لوگ
 دفن، جلدی سے نہ ہو جائیں تو سڑ جاتے ہیں لوگ

کتنی تمکینوں میں بھرتی ہے یہ کُربِ ارتعاش
سو نپتی رہتی ہے یہ، کتنے کلیموں کو خُراش
روز، آئینے کیا کرتی ہے کتنے پاشِ پاش
کتنے بوڑھوں سے، جواں بیٹوں کی اکٹواتی ہے لاش

کیا بتائیں، روز کتنے پھول مَر جھاتی ہے موت
ماؤں سے، کتنے چہیتے، چپین لے جاتی ہے موت

یہ سیہ رُو، آن میں، دن کو بنادیتی ہے رات
اس کے، اک جھونکے سے، بچھ جاتی ہے قندیلِ حیات
آہ، اس کا شامیانہ، بسکیاں، اس کی قنات
اس کی، ناہم وار کا ندھوں پر، نکلتی ہے رات

مُکرا کر، آنسوؤں کے تار پر گاتی ہے موت
بچکیوں کی گونج میں، پازیب جھنکاتی ہے موت

سر جھکا کر، پاؤں، جس حجلے میں، رکھتی ہے دِلھن
جس جگہ، مانجھے کے اُٹن سے، پھٹکتے ہیں بدن
عود کی لپٹوں میں، کھلتے ہیں جہاں لاکھوں چین
موت، اُن گوشوں میں بھی لاتی ہے کافور و کفن

روز، کتنی چوڑیوں کو چر مرادیتی ہے موت
کتنی، اُمیدوں کے خیموں کو جلا دیتی ہے موت

نوعِ دسوں کے شہستانوں میں درآتی ہے موت
شرابی آنکھوں کو، انہی کو جھینکواتی ہے موت
گھونٹوں کے ادھ کھلے مکھڑوں کو جھلساتی ہے موت
چور دھبیں راتوں کے چاندوں کو، بگل جاتی ہے موت

سیکڑوں کلیوں کو، ایڑی سے مس دیتی ہے موت
پھنوں سے پنڈوں کو، لاشوں میں بدل دیتی ہے موت

پتھروں پر کس قدر شیشے، گرا دیتی ہے موت
کنج شب میں کتنی صبحوں کو سلا دیتی ہے موت
کتنی کوکھوں کتنی گودوں کو جلا دیتی ہے موت
کتنے سہروں کتنی سیجوں کو دغا دیتی ہے موت

کتنی چاہوں، کس قدر بانہوں کو مرجھاتی ہے موت
کتنی دکھتی کروٹوں پر رقص فرماتی ہے موت

اے عظیم انسان، اے اعجازِ ربّیّہ ما، و طیں
اے دماغِ عرشِ پیما، اے نگاہِ فرشِ ہیں
بول، پشتِ مرگ پر رکھے کا کھٹی، یا نہیں؟
تاجکے، جاتے رہیں گے آسماں، زیرِ زمین؟

یہ دھواں چہرے، یہ آشک — آلود غارے تاکجا،
روز، کاندھوں پر اُٹھائے گا جنازے تاکجا؟

تو سن وقت رواں اکب تک سبے کالے لکام؛
 لائے گا کب، خیر سے، باغی قویٰ کو زیرِ داحم؛
 زندگی کے ضمن میں، تا چند، پیری کے خیاں؛
 تاکجا، دور جوانی کو نہ، بخشے گا دواہم؛

دامنِ سستی سے کب تک، لوگ جھاڑے جائیں گے؟
 تھروں میں، کب تک آخرِ چاند کو رے جائیں گے،

تاکُجا، اِس مَوْت کا چلتا رَہے گا کاروبار؟
تائیکے، جاتی رہیں گی بستیاں، سوئے مزار؟
یوں، اے انسان، اے، گرداں کرے کے تاج دار
دھوم سے، کب تُو سن آفاق پر ہوگا سوار؟

محکم رانی کب کرے گا، جُملہ، امکانا ست پر؟
بند کب باندھے گا آخر، قُلُوبِ لِمَاسِتا پر؟

کنب، سمجھ میں آئے گا قانونِ توسیع و بخور؛
 تاکجا، زہریں کرن، بنتی رہے گی، موجِ درود؛
 تاکجے، بدے نہ جائیں گے، تواتر سے، غدود؛
 کسب بڑھانے گا، بقدر بہرہ ریں، مقدارِ سود؛

تاکجے، عینے کے منصوبے، نہ برتے جائیں گے؛
 تاکجا، پھٹکے سبب، خورد سے نہ بھرتے جائیں گے؛

کب، خموشی کی رگ وپے سے، اُبھارے گا کلام؟
کب ستاروں کو سکھائے گا، گہرا فشاں خیرام؟
کب عطا فرمائے گا، انصاف کو، محکم نظام؟
کب بنائے گا، حریفِ جاں دباؤں کو، غلام؟

کب، فصاحت، طرحِ سقش و بام، ڈلی جائے گی؟
بخر سے، ڈوبی زمین، کس دن نکالی جائے گی؟

کب تک آئے گا اے صیدِ زکونِ اِرتحال
اپنے اعضا پر، سمجھے، فرماں روائی کا خیال؛
اُسے جہاں دور، یہ تیرا چہرہ خاورِ جمال
کب بنے گا، شمعِ عالمِ کبیرِ وجہِ ذوالنجلال؟

کب مڑے گی روحِ تیری، حکمِ رانی کی طرف
جائے گا کس دن، حیاتِ جاودانی کی طرف

اے شناساںے ہرچ گنبد و طنجِ حباب
 اے ثوابتِ آشناؤ ماہِ گبر و مہرباب
 ان، تری آنکھوں کے آگے، باہزاراں آب و تاب
 خیر سے کب، لیلیٰ آفاق اُسے کی نقاب؟

نُصیبِ فرما کر، اکائی کا علم، اعداد پر
 کب قدم رکھے گا، عرشِ عِلّتِ ایجاد پر؟

شادیائے

خوشا کہ آج ہے صید، آسماں، زمیں، صیاد
قندرانِ ثوابت بگر، مبارک — باد
اس آرٹو میں کہ رقصاں ہوں، فرشت گیتی پر
مچل رہی ہیں فضا پر، بناستِ گردوں زاد
کھلا ہے غنچہ ہستی، بسا زِ موج نسیم
چلی ہے کشتیِ مستی، بنا زِ بادِ مراد

چٹک رہا ہے کچھ اس طرح غنچہ زنتار
 کہ فاصلوں کا تہیت رہے مایہل فریاد
 رُگِ حقیق کوئین کو خبر کر دو
 کہ معرضِ حرکت میں ہے نشترِ فساد
 شک رہی ہے نسیمِ شعورِ نسلِ جواں
 بھڑک رہا ہے چراغِ عقایدِ اجداد
 ہزار شکرِ آب ہیں صحائفِ اقوال
 ، طابسمِ جوشِ رہا ، "فناء آزاد"
 جوشِ شاکہ اب ہے وہاں قدرِ حکمت و منطق
 جہاں ، مذاقِ شجسس کا نام تھا الحاد
 نثرِ تجھ پہ دو عالم ، نگارِ جو رستہ نو
 نیست ، بن ز طیبیاں ، نیاز مند مباد

۱۔ قصوں و غیرہ کی معروف کتابیں

دِلِ جَلالِ میں جاگاسے یوں مذاقِ جمال
 کہ راہِ شیشہ گرمی پر ہے صنعتِ حُداد
 دیارِ حق کے تجسّس میں ہے دِلِ باطل
 نسیمِ امن کے جادے پہ ہے سمومِ فساد
 ہوائے صدق سے، زیرِ دُزر ہے رایتِ کذب
 درِ حسین پہ، خم ہے، جبینِ ابنِ زید
 ادائے مسکنتِ فقر سے ہے، غرقِ عرق
 غرورِ قیصر و تازِ کیان و عجبِ قباد
 رواں ہے، سوئے خستیاں یوسفِ فقہاء
 دواں ہے جانبِ دیبا، صلابتِ فولاد
 چھڑے ہوئے ہیں تِرلے، وفاق و وحدت کے
 میانِ عالمِ ارواح و عالمِ اجساد

دُیَا حَسْرَتِ دِ مَعْمُورَہٗ اَجَلِ کُو سَلَامِ
 کہ آبِ اِنکسار میں ہے چشمِ خضر کا سَوادِ
 حیات، آبِ نہ جھکے گی، پیاے غمزدہ مرگ
 چراغ، آبِ نہ بجھے گا، بہوجِ عشوہ بادِ
 پیکارِ دردِ چلی ہے، اَنقَابِ اُٹھائے ہوئے
 دیہِ نشت کی جانب، غمزدہ سِ خاطرِ شادِ
 کھلے ہوئے ہیں، قضا پر، قضا کے بندِ قبا
 قدیم بڑھانے ہوئے صاحبانِ بخت و کشادِ
 نشیب وادی نہیں ہے، مَسَدِ تَبْلِیغِ
 فرازِ کوہِ گلِ افشاں ہے، مَنبَرِ ارشادِ
 صدائے نے میں ہیں اورادِ اولیائے کریم
 قبا ئے گل میں ہیں انفاسِ انبیائے جوادِ

متاعِ کفرِ ملبے ، یا سعادتِ ایمان
 جہادِ مشعلِ تحقیق ، ہرچہ بادا ، باد
 خوشنما کہ جوشش ، وہ درِ عظیمِ در نہیں
 جب ، ایک موڑ پہ مل جائیں گے الہ و عبود

عَیَاشِی و عَمَل

میں بھی، اس کو مُعْتَرَف ہوں، مُسْتَبْدَانِ سَیِّئَاتِ کَافِر
 جَذِبَہٗ عَمَل و عَمَل ہے، زہر کا پروردگار
 تُوں گِرمِ باغِ یں، جَب تک کہ لَو دیتا نہیں
 جھڑم کر آتا نہیں، گردوں پر، اُتر لَو بہار
 دن کو بر مائی نہیں ہے و سَوِیپ، جَب تک فِکْرِ
 رات کو مہتا نہیں ہے، چاندنی کا آبِ شاد

یہ فقط ذوقِ طلب ہے، یہ فقط پروازِ فکر
 جس سے، دانا کھیلتا ہے، ماہِ وائیم کا شکار
 ہاں، کلاہِ سعی، کج کر کے، سہرِ فرقِ شعور
 آج، انساں ہے، قوائے بجز ویر کا شہر
 صرف ہوتا ہے جو، ذوقِ کاوشِ تعمیر میں،
 عمرِ الیاس و خضر، اس ایک لمحے پر ہنسا
 اسود و ابیض کو جو ہم دشتِ کرسکتا نہیں
 بن نہیں سکتا سوارِ ابلق لیل و نہار
 لیکن اس کے ساتھ ہی، یہ بھی رہے پیشِ نظر
 دولتِ فرصت نہیں تو زندگی بے بزرگ و بار
 بھاگتی ہے سایہ تمکین سے جو موجِ تباہ
 دہ، دلِ مجرم کی دھڑکن، قبرِ ملا کا فشار

عَقْل کر رہی ہے فرار اُس قوم سے، بے تکامِ صُحج
 عَقْل سے جو، شام ہو گئی ہی، نہیں کرتا فرار
 حیف اُن افراد پر، رہتے ہیں جو، مانند سنگ
 صُحج کو بھی بزدل بار، اُدھر شام کو بھی بزدل
 پیسے درجے کے انساں کے سوا، ایسا ہے کون
 بن سکے جو، دیہی سنجیدگی کا راہ دار
 بِرْ خَطِیبِ دَائِمُ الْهَتُّوم، اک دُپائے مُسْتَقِل
 ہر فقیہِ قَائِمُ الْاِیْل، اک عذابِ پائے دار
 خُود کُشی، اُس کے لئے، سب سے بڑا کارِ ثواب
 جو پیسے شیرِ شُتر، اُدھر کھائے لُحْمِ سَوَاسْت ہار
 تہکے؟ اُسے بار بردارانِ مَیْدانِ عَمَل
 یہ پیاسے جاں فشانی، یہ دَمادَمِ خَفِش

ایک نفس ہے، ایک نفس، زرق و برقِ خیالِ زندگی
 اُڑ رہا ہے، ایک نفس بھی، غش و برقِ دُشمنِ
 دُشمن ہے، ایک نفس کو، دُشمن ہے، پھر خدا
 وقت کا دھارا، نہیں کرتا کسی کا انتظار
 معتدل آواز کی، معقول حد تک سرخوشی
 دولتِ بیدار ہے، پھر حیاتِ مستعار
 خاطرِ مجموع پر ہے، اسے طربِ نا آشنا
 صحتِ افکار و تہذیبِ عمل کا انحصار
 دھولِ دھپ، دھڑلہ، دھماکا، دھواں، دہلنگی
 بن پرے پیار سے، تو ان لٹکوں سے، دل کا ہر اُتر
 کاوشِ سنجیدہ سے، اُمیدِ غمِ خواری نہ رکھ
 دل کا بیڑا تو کھلندے پن ہی سے ہوتا ہے پار

ہوں، بھٹنا ہے، اور بے بند محبت، شہسبازِ اُردو کی
 التفاسسِ صحیح فردا کا بھلا کیا اختیار
 اک صدی کی محنتِ خزانِ بریں کا وہ عہدِ علاج
 صرف اک پل بھر کی عمرِ شہسبازی، میانِ لالہ
 شہسبازِ آسودگی میں ڈال دیتی ہے سب کاف
 صرف اک پل کی چیم چیم، ایک "پلی ہوز" کی پکار
 ہچکچوں کو، موڑ دیتا ہے، ٹرانز کی طرف
 اک سرورِ بر محل، اک خندہ سب سے اختیار
 کھینچ لیتی ہے، شہسبازِ انسان کی، رگ رگ سے درد
 ایک طبلے کی ٹکڑی، اک بول کے سترگم کی روح
 ذہنِ انسان کو دکھائی دے، صراطِ مستقیم
 رقص کی ہر تھی جھڑی، آواز کی آڑی پھوار

قَطْع کر دیتا ہے، بے کیفی کے صد ہا سلسلے
 ایک، منت آنکھوں کا ڈورا، ایک، سازنگی کا تار
 چھین لیتا ہے بصارت، فتنہ ہائے دہر کی
 ترگس ترکاں میں، اک حرفِ تمنا کا اُبھار،
 رقص و نقاشی و موسیقی و شعر و آذری
 کوئی پھول، ان میں سے چن لے، اے رہنِ خارزار
 کوئی خلوت کا تبسم، کوئی جلوت کا خروش
 کوئی سرشاری کا دھندا، کوئی دھن کا روبر
 کوئی ”نہو کے ٹیلے ڈولی“ کوئی ”دھو بانا“
 کوئی ”آمریوں کی کجری، کوئی برکھا کا ملہار“
 کوئی سیلا، کوئی ریل، کوئی بھگدر، کوئی پھڑ
 کوئی اندر کا اکھاڑا، کوئی پیرویوں کا دوار

سہ ایک برکھا کا گیت ”نہو کے ڈولی رکھ دے کہار، آئی سادھن کی بیڑا“ سہ ایک ٹھری کا بول۔
 سہ ”آمریاں“ آموں کا باغ۔ ”کجری“ برکھا کا گیت سہ ایسا۔

کوئی ”نوتنی“، کوئی ”اندر سبھا“، کوئی سوانگ
 کوئی ہولی کی پھین، کوئی دیوالی کا نکھار
 ہاں، کوئی صبح بنارس، ہاں، کوئی شام آدوہ
 کوئی نہر نعمہ دربار، کوئی شہر لالہ بار
 کوئی دربار تبسم، کوئی سردکار جمال
 کوئی بام کام رانی، کوئی جام زرنگار
 کوئی رس، کوئی چمکس، کوئی غفلت، کوئی اڈنگو
 کوئی فحشیت، کوئی مستی، کوئی بوس و کنار
 کوئی گمشت، کوئی بوج، کوئی ہلچل، کوئی گونج
 کوئی چنچل، کوئی اچیل، کوئی کومل، کوئی نار
 کوئی آہو، کوئی جگنو، کوئی کوکو، کوئی ہو
 کوئی زانو، کوئی پہلو، کوئی گل رو، کوئی یار

لے ہنود کا ڈراما، جس میں نقاروں کی آوازوں پر رقص ہوتا ہے بلکہ حضرت جان عالم کی بارگاہ
 کا ایک منظوم ڈراما۔ بے جھن، دھوم دھام زبان و کفن،

کوئی چاہوں گا گھستاں، کوئی بانہوں کی دھنک
 کوئی گیتوں کی سرور ہی، کوئی پیتوں کی کشار
 اس دھوئیں میں، کوئی دھپک، کوئی چومک، کوئی چاند
 اس گلے میں، کوئی بدھسی، کوئی مالا، کوئی ہار
 کوئی نیچی تان، تغیر بخر کو چھیدے ہوئے
 کوئی اوشچا راگ، تملب آسمان کے آریہ
 کوئی تو ہو، اس ہجومِ دزد ہستی کا طبیب
 کوئی تو ہو، اس گناہِ زیست کا آئینہ کار
 کوئی بازی، کوئی لت، کوئی حماقت، کوئی خبط
 کچھ نہ کچھ تو چاہیے، بابا، دواسے روزگار
 تنہا تنہا چلتی ہے، لیکن تنہا دل چلتی نہیں
 اس بھیاںک موت سے، اے نوعِ انساں، ہوش یار!!



ساحل پہ کبھی اذنِ روانی نہیں ملتا
بے آگ میں کودے ہوئے پانی نہیں ملتا